بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولدیت اور وفات عیسیٰ علیہ السلام

Birth and Death of Jesus Christ Isa

از قلم: عزیز اللہ بوہیو

سندھ ساگر اکیڈمی (ولیج خیر محمد بوہیو۔P.O براستہ نوشہرو فیروز، سندھ)

Azizullah Bohyo Managing Director Sindh Sagar Academy

Cell: 0300-2663651

Internet Edition Compiled by: Rana Ammar Mazhar

جناب خاتم المرتبت خاتم الانبیاء علیہ السلام کی نبوت کا دائرہ اور ریخ قرآن حکیم نے بتائی ہے کہ وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ۔(34-28) یعنی اے رسول ہم نے تجھے جمیع انسانوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، لیکن اکثر لوگ اس بات کو سمجھتے نہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا کہ قُلْ یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰہِ إِلَیْکُمْ جَمِیعًا(7-158) یعنی اے نبی اعلان کردیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کی جانب سے رسول بن کر آیا ہوں۔ اب کوئی بتائے کہ ایسے عالمگیر رسول کی امت میں دجالیت جیسی بڑی مہم کو ختم کرنے کیلئے ایسا رسول کیونکر آسکتا ہے جسکا تعارف قرآن حکیم نے کرایا کہ وَیُعَلِّمُهُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالإِنجِیلَ وَرَسُولاً إِلَی بَنِي إِسْرَائِیلَ(3-49) یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت توریت وانجیل کی تعلیم تک محدود ہے اور اسکی نبوت ورسالت بھی صرف بنی اسرائیل کیلئے ہے۔ سو یہ روایات بنانے والوں نے اگر آسمان سے کوئی نبی آخری زمانے میں اتارنے کی جھوٹی حدیثیں بنائی ہیں تو کم سے کم ایسا جھوٹ جناب ابراہیم علیہ السلام کیلئے بولتے کیونکہ اسکی نبوت بھی تو عالمگیر ہے جسے اللہ پاک نے فرمایا کہ إِنِّي جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ إِمَامًا،(2-124) یعنی اے ابراہیم میں آپکو جملہ انسانوں کا قائد بنا رہا ہوں سو جس نبی عیسیٰ علیہ السلام کیلئے اللہ پاک فرمائے کہ میں اسے صرف یہودیوں کو تعلیم دینے کیلئے بھیج رہا ہوں تو وہ جمیع انسانوں کی امت کی طرف کیونکر آسکتے ہیں۔

Contents فہرست المحتویات

پیش لفظ

علم وحی سے جنگ کب سے؟ کیوں؟ اور کس کی؟

اللہ عزوجل نے جو اعلان فرمایا کہ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ (41-10) یعنی اللہ نے اوپر سے جبل گاڑدئے زمین میں جما کر اسے مستحکم بنانے کیلئے اور مقدر فرمائے زمین کے اندر مخلوق کے ارزاق چار مرحلوں میں حاجتمندوں کے درمیان برابری کے اصول پر، سولٹیرے لوگوں کو اللہ کی یہ برابری والی بات راس نہیں آئی یہ لوگ اپنی استحصالی مزاج کی بنیاد پر مال دولت کو حاجتمند لوگوں کیلئے کھولے رکھنے کے بجائے مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيبٍ (25-50) اللہ کے بتائے ہوئے نظام معیشت سے سرکشی برتنے والے اور ہمارے اس معاملہ میں گرفت اور احتساب پر) شک کرنے والے تھے "ان لٹیروں سے مقابلہ کے وقت جب ہمارے انبیاء اور انقلاب لانے والے انبیاء کے پیروکار انہیں کہا کرتے تھے کہ علم وحی کے ذریعہ سے ملے ہوئے نظام معیشت میں یہ پاس شدہ اصول ہے کہ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ (39-53) ہر انسان کو اتنا حق پہنچتا ہے جتنا وہ کمائے اور محنت کرے" نکمے اور نکھٹو لوگوں کیلئے کچھ بھی نہیں" ساتھ ساتھ انبیاء علیہم السلام اور ان کے انقلابی پیروکار ڈٹ کر انہیں چیلنج دیتے تھے کہ خبردار ہمارے انقلاب کا دور آنیوالا ہے جسمیں صرف قرآن کا منشور چلے گا، جو یہ ہوگا کہ لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ (15-20) ہر شخص کو اسکے سعی و عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے کسی محنت کش کا صلہ اور اجرت کسی کو لوٹنے کا حق نہیں دیا جائیگا۔

انبیاء علیہم السلام کی معرفت یہ تھا نظام معیشت جسمیں بن کمائے دولت کا مالک بننے کے سارے راستے بند تھے جو لوگ مثل قارون کہتے تھے کہ وانما اوتیتہ علی علم عندی یعنی ہماری زیادہ کمائی ہماری اپنی ذہنی استعداد کی مرہون منت ہے تو انکی فلاسفی اور استدلال کو بھی قرآن حکیم نے رد فرمایا کہ وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ أَفَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ (71-16) یعنی روزی رزق کمانے کی ذہنی صلاحیتوں میں کسی کو کسی پر اللہ کی جانب سے فضیلت دی ہوئی ہے سو جن لوگوں کو زیادہ استعداد دی ہوئی ہو ان پر لازم ہے کہ وہ اپنی زیادہ کمائی ہوئی دولت کم استعداد والے ان لوگوں کو لوٹا دیں جو انکی زیردستی میں انکے ساتھ شریک کار ہیں۔ اسلئے کہ وہ بھی حاجات انسانی میں انکے برابر ہیں۔ (اگر یہ زیادہ استعداد والے لوگ گھمنڈ میں آکر اسپر صرف اپنا حق سمجھتے کہ ہم اپنی کمائی ضرورت سے زائد کسی اور کو کیوں دیں؟) تو اللہ پاک نے انہیں جواب دیا کہ آپکی ذہنی استعداد اور فضیلت یہ تو میری دی ہوئی ہے، آپ اگر میری دی ہوئی عطا پر صرف اپنا استحقاق جماتے ہیں، یہ تو آپکی بے انصافی ہوگی؟ جسکیلئے فرمایا کہ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ (32-43) یعنی ہم نے دنیا کے اندر جو تقسیم معاش کا فارمولا دیا ہے (41-10) وہی نافذ کرنا ہوگا" (رہا تمہارا اعتراض کہ آپکی فاضل کمائی آپکی بہتر ذہنی استعداد کے طفیل ہے اسلئے اسپر آپکا حق ہوگا سو یہ غلط ہے) اسلئے کہ ذہنی صلاحیتیں کم یا زیادہ یہ تو ہمنے ایسے تفاوت جان بوجھ کر رکھے ہیں تاکہ زیادہ صلاحیتوں کے مالک لوگ کم صلاحیت لوگوں سے حمالی چوکیداری چپڑاسی اور محنت والے ایسی کام جن میں ذہنی اور عقلی لاگت کم ہوتی ہو اور جسمانی طاقت زیادہ، اللہ عزوجل نے فرمایا کہ یہ تفاوت ہمنے اسلئے رکھا ہے کہ عقلمند سائنس داں قسم کے لوگ کم ذہن لوگوں سے ایسے کام لے سکیں جن میں ذہانت سے زیادہ جسمانی مشقت درکار ہوتی ہے، آگے جہاں تک سوال ہے ضروریات زندگی کے بنیادی مبادیات کا اسمیں کھانا پینا جاء رہائش اور لباس یہ آپ سب کا برابری کے حساب سے حق بنتا ہے۔ (20-119) (41-10) کیا ذہین، عقلمند اور سائنس داں لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اللہ اگر چاہتا تو انکی استعداد زیر و پر کرلیتا تو یہ لوگ زیادہ کمانا تو درکنار بے ہنرے اور پاگل بنے پھرتے جو انہیں بھیک مانگنے پر بھی کچھ نہ ملتا، سو ذہین عقلمند لوگوں پر فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی ذہانت سے زیادہ کمائی ہوئی دولت اپنے شریک کار ماتحت اسٹاف کو لوٹا دیں۔

جناب قارئین!

مختصرا عرض یہ ہے کہ علم وحی کا نظام معیشت جو استحصالی لٹیرے، کم چور، اور پرائی محنت پر عیاشی کرنے والوں کو راس نہیں آیا سو ایسے مترفین جاگیر داروں اور سرمایہ داروں نے بھی انبیاء علیہم السلام کی معرفت ملے ہوئے علم وحی کی فلاسفی کو یُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ (4-46) کے حربوں سے ٹوٹل علم وحی میں بگاڑ لے آئے اور آخری نبی کی آخری کتاب قرآن جو اللہ کی حفاظت اور پہرے میں ہے اسکے اندر ڈیوٹیون پر لگائی ہوئی اپنی پروردہ مذہبی پیشوائیت کو یہ سکھایا اور حکم دیا کہ ان أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِن لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا (41-5) یعنی جناب رسول علیہ السلام کی مجلس وحی میں بھیجی ہوئی اپنی گماشتہ ٹیم کو انکے سرپرست ڈونر یہ سکھا کر بھیجتے ہیں کہ علم وحی کے قوانین کی ہماری والی یہ فلاسفی کہ انما اوتیتہ علی علم عندی (78-28) یعنی ہماری یہ فاضل دولت ہماری ذہنی اپروچ کا کمال ہے، اسلئے اسپر صرف ہمارا حق ہو گا، قرآن کے حکم وَاللّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الْرِّزْقِ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُواْ بِرَآدِّي رِزْقِهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاء أَفَبِنِعْمَةِ اللّهِ يَجْحَدُونَ (71-16) یعنی اپنی ضرورت سے زائد کمائی ہم اپنے ماتحت لوگوں کو انکی کمی دور کرنے کیلئے لوٹادیں، اسلئے کہ وہ ہمارے برابر کا استحقاق رکھتے ہیں، ایسے احکام قرآن کو قبول نہ کریں ایسے احکامات ماننے سے فاحذروا بچکے رہیں۔

محترم قارئین!

قرآن حکیم نے بتایا ہے کہ إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ (163-4) یعنی ای رسول! ہمنے جو وحی آپکی طرف نازل کی ہے یہ بعینہ وہ احکام ہیں جو ہمنے نوح اور اسکے بعد کے جملہ انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی کئے تھے، مطلب عرض کرنے کا یہ ہے کہ علم وحی کی جملہ انبیاء کی طرف نازل کی ہوئی تعلیم ایک ہے، اور جناب نوح علیہ السلام سے لیکر جناب خاتم الانبیاء محمد علیہ السلام تک جملہ انبیاء کرام اپنے اپنے دور کے فرعونوں قارونوں اور ہامانوں کی استحصالی لوٹ کھسوٹ کے خلاف پاپائیت اور خانقاہیت کے دجل و فریب کے خلاف بھیجے گئے تھے" ان سب کی مشن ایک تھی، تحریک ایک تھی، نعرہ ایک تھا وہ یہ کہ قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا (20-72) یعنی آپ اعلان کریں کہ میں جس نظام کی طرف دعوت دیتا ہوں (وہ میرے رب کا دیا ہوا نظام ربوبیت ہے، جس میں امام علوم کی ملاوٹ کو اسکے ساتھ شریک نہیں کرتا۔

میں نے اس مضمون کے عنوان میں جو تین عدد سوال رکھے ہیں ایک یہ کہ علم وحی کے خلاف جنگ کب سے ؟ اسکا جواب آگیا کہ یہ جنگ جناب نوح علیہ السلام سے لیکر تاہنوز جاری ہے، دوسرا سوال یہ رکھا تھا کہ یہ جنگ کیوں کی جارہی ہے ؟ اسکا جواب بھی آگیا کہ ان لڑنے والے لٹیروں کو اللہ کا دیا ہوا نظام معیشت فَهُمْ فِيهِ سَوَاء (71-16) برابری والا قبول نہیں تھا۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ اس جنگ کے کارندے اور کردار کون کون سے ہیں۔ سو انکو بھی آپ سمجھ گئے ہونگے کہ وہ لوگ ایک تو استحصالی حرام خور تھے جن کا ذکر قرآن حکیم نے ہر نبی کے مخالف اور مقابل اپوزیشن والوں کا تعارف قال الملا الذین استکبروا من قومہ سے کرایا ہے یعنی جن لوگوں کے گوڈاؤن اور بینک بیلنس مال دولت سے بھرے رہتے تھے، اور دوسرے وہ لوگ جنکے لئے قرآن نے فرمایا کہ یا ایہاالرسول لایحزنک الذین یسارعون فی الکفر من الذین قالوا آمنا بافواہہم ولم تؤمن قلوبہم یعنی اے رسول آپکو غمناک نہ کرے ان لوگوں کی چلت جنکی زبانی دعوی تو خود کو مؤمن کہلانے کی ہے لیکن انکی دلوں نے ایمان نہیں لایا یہ لوگ کفر میں تیزی سے چلے جاتے ہیں، ان منافق لوگوں کا تعارف قرآن حکیم نے زمانہ نزول قرآن میں تو یہودیوں کی جاسوس تنظیموں کے کارکنوں کے ساتھ ملاکر کرایا کہ وَمِنَ الَّذِينَ هِادُواْ سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ (41-5) یعنی جو لوگ یہودیوں میں سے آپکی مجلس میں آتے ہیں اور بظاہر یہ آپکی باتیں تو سنتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ مخبری کرنے آتے ہیں ان لوگوں کیلئے جو آپکی مجلس میں نہیں آئے، سو یہ لوگ بھی ایک طرح سے یہودی مذہبی پیشوائیت کے نمائندے ہوئے جنکا کردار منافقانہ ہے، پھر یہ لوگ مجلس رسالت سے باتیں سنکر پیچھے ان لوگوں کو جو شریک نہیں ہوئے تھے جب انہیں سمجھاتے ہیں کہ اگر آپکا کبھی علم رسالت کے منبع سے باتیں سننے کا اتفاق ہو جائے تو ہم جو کچھ آپکو سمجھارہے ہیں اگر ایسی معنی و مفہوم والی باتیں وہ سنائیں تو لے لینا اگر ایسی نہ ملیں تو ان سے بچکے رہنا۔

دیکھا محترم قارئین!

مذہبی پیشوائیت کی اجارہ داری والی ذہنیت کو جو اللہ کے رسول سے سنی ہوئی باتوں کے متعلق بھی ان میں اپنی من مانی چلاتے ہیں کہ رسول کی باتیں بھی جب قبول کرو جب وہ انکے اقوال اور خیالوں کے موافق ہوں، جناب یہ تو قرآن حکیم نے یہودیوں کی ذہنیت بتائی لیکن ہو بہو یہی ذہنیت مسلم امت کے مذہبی پیشوائیت کی بھی ہے جو جب انہیں کوئی کہے گا کہ قرآن حکیم نے غلام سازی کو بند کر دیا ہے بحکم مَاكَانَ لِنَبِيّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَى (8-67) اور (4-47) تو ٹھیک سے مولوی لوگ امامی روایات اور امامی فقہوں کے حوالے لے آئینگے کہ غلامی جائز ہے اور تا قیامت جاری رہیگی۔ اور اگر کوئی شخص یہ کہیگا کہ قرآن حکیم نے کسی عورت کیلئے نکاح کی عمر بہت ہی پکی پختہ، پچیس تیس سال سے بھی اوپر رکھی ہے بحوالہ قرآن وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا (4-21) یعنی ان عورتوں نے آپ سے (بوقت نکاح) میثاق غلیظ لیا ہوا ہے، جسکی معنی ہے (پختہ عہد) اب قرآن سے ہی پوچھا جائے کہ میثاق غلیظ اور پختہ عہد کس عمر میں ہوتا ہے تو قرآن حکیم نے جواب میں فرمایا کہ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ (2-83) یعنی جب اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا، تو کوئی بتائے کہ عہد معاہدہ اور میثاق یقیناً عمائدین قوم سے ہوا ہوگا جو تجربہ کار عمر رسیدہ ہونگے انکے بچوں سے تو نہیں ہوا ہوگا۔ اسی طرح قرآن نے بتایا کہ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّيْنَ (3-81) یعنی جب اللہ نے انبیأ سے عہد لیا، میثاق لیا، سو سب لوگ جانتے ہیں کہ نبوت چالیس سال کی عمر کے بعد ملتی ہے، تو قرآن حکیم نے عورتوں کے مردوں کے ساتھ نکاح کرنے کو جب لفظ میثاق غلیظ سے تعبیر فرمایا ہے تو میثاق والی ایگریمنٹ تو تیس سالوں کی عمر سے بھی اوپر دیکھنے میں آرہی ہے لیکن مسلم امت کا مولوی قرآن حکیم کی یہ بات سنتے ہی چیخ اٹھے گا کہ قرآن کی نہ مانو امامی روایات نے جناب رسول کی شادی چھ سالہ لڑکی سے کرائی ہے اور رخصتی نو سال کی عمر میں کرا رہا ہے اور امامی فیصلوں سے بنت رسول فاطمہ کی شادی اپنے والد کے چچیرزاد بھائی سوتیلے چاچا علی سے نو سال کی عمر میں کرائی ہے بحوالہ (اصول کافی)۔

جناب قارئین!

اللہ پاک نے یہودیوں کی مذہبی پیشوائیت کو تو سماعون للکذب سماعون لقوم آخرین کا لقب دیا، یعنی مخبری کرنے والوں جاسوس، سو اگر کوئی مسلم امت کا مذہبی نمائندہ بعینہ یہودی ملاؤں کا کردار ادا کرے تو اس کو کس کی مخبری کرنے والا کہا جائیگا؟!!! کس کے لئے کام کرنے والا کہا جائے گا؟ !!

سوجناب قارئین!

اس مضمون کے عنوان میں سوال کہ علم وحی کے خلاف جنگ کرنے والے کون کون ہیں؟ اس سوال کا جواب یہ ہوا کہ عالمی استحصالی قوتیں جو قرآن حکیم کے نظریہ معیشت کی منکر ہیں، وہ اور انکی پروردہ اور پارٹنر مذہبی پیشوائیت، جنکے لئے قرآن حکیم نے فرمایا کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (9-34) یعنی اے ایمان والو! تحقیق کئی سارے پیر مولوی باطل طریقوں سے لوگوں کے اموال کھا جاتے ہیں اور اللہ کی قرآن والی راہ سے روکتے ہیں اور جو لوگ ذخیرہ کرتے ہیں انکے بینک بیلنس بھر جاتے ہیں ذخیرہ کرتے ہیں سونے اور چاندی کا اور اسے خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں، ایسے لوگوں کو خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی۔

ملائیت کی مفاہیم قرآن پر اجارہ داری کے مثال

محترم قارئین!

آپ نے قرآن حکیم میں منافقین یہود کی مجلس رسول میں اگر قرآن سننے کے دوران گستاخی کا ملاحظہ کیا کہ جناب رسالت مآب کو یہ کہنا کہ سمعناوعصینا ہمنے آپکی بات سنی اور اسکی نافرمانی کرینگے اطاعت نہیں کرینگے۔ یا کبھی یہ کہتے ہیں کہ اسمع غیر مسمع آپ ہماری بات سنیں! لیکن آپکی بات نہیں سنی جائیگی" اور کبھی جناب رسول کے شان میں اتنی گستاخی بھی کر جاتے تھے کہ راعنا لفظ کو زبان کی موچ سے راعینا کہکر نعوذ باللہ ہمارے چرواہے کہہ ڈالتے تھے (46-4) ان کی ان بد معاشیوں پر قرآن حکیم نے بڑی سنجیدگی کی تعلیم دی کہ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَٰكِن لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا (46-4) یعنی یہ لوگ اگر یوں کہتے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کرینگے اور آپ ہماری سنیں اور ہم پر نظر التفات فرمائیں تو یہ انکے لئے اچھا ہوتا اور انکی طرف سے بات سیدھی ہو جاتی لیکن انکے کفر یہ خرافات پر اللہ کی لعنت ہو یہ لوگ کبھی بھی ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ان لوگوں کی ہفوات کی قرآن حکیم نے مثالیں دیکر انکا تعارف کرایا، آگے مزید علم وحی کے ساتھ انکی دشمنی اور مداخلت کو آیت نمبر (41-5) میں منافقوں کے ساتھ انکی ذہنی فکری مطابقت میں پیش کیا کہ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِن قُلُوبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا ۛ سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ ۖ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِن بَعْدِ مَوَاضِعِهِ ۖ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِن لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا (41-5)

جناب قارئین!

اس آیت کریمہ سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہودی ملا لوگ لوگوں کو صاف صاف اعلان کر رہے ہیں کہ تم قرآن سننے جاؤ، جو اگر ہماری والی معنائیں بتائی جائیں تو انہیں قبول کریں ورنہ نہیں" بعینیہ مسلم امت کے ملاؤں نے بھی آج تک قرآن حکیم کی معانی اور مفاہیم کے ساتھ وہی یہودی ملاؤوں کی اجارہ داری والا سلوک اختیار کیا ہوا ہے جسکے یہاں نہایت ہی تھوڑے مثال عرض کرتا ہوں۔ جیسے کہ قرآن حکیم نے لفظ حج کی معنی بتائی جھگڑوں کے فیصلے کرنا (189-2) تو یہ معنی مولوی لوگوں نے کہیں بھی نہیں بتائی، اسلئے لوگوں میں حج کا مفہوم صرف زیارات اور مخصوص رسموں تک محدود ہے اسیطرح قرآن حکیم نے مسجد کی معنی سمجھائی کیپیٹل پوائنٹ، عدالت، عہد و پیمان کی جگہ ایگریمنٹ اور معاہدوں کی جگہ (7-9) لیکن مسجد کی یہ معنی مولویوں نے کبھی نہیں بتائی، بلکہ ایسی حدیثیں ضرور سنائیں کہ مساجد میں دنیاوی باتیں نہ کیا کرو، جبکہ ہمیں سارا قرآن دنیوی اصلاح کیلئے دیا گیا ہے دنیا کو حسین بنانے کیلئے قرآن کی تعلیمات ہیں قرآن حکیم نے سجدے کی معنی سمجھائی ہے۔ يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (50-16) یعنی احکام خداوندی کی تعمیل کرنا" لیکن یہ معنی مولوی لوگوں نے کبھی نہیں بتائی بلکہ اسکے بجاء یہ معنی بتائی کہ زمین پر الٹا ہو کر منہ بھر گر پڑنا" جس طرح بت پرست لوگ بتوں کے سامنے گر کر انکی پوجا کرتے ہیں۔ اس طرح رکوع کی معنی قرآن حکیم نے سمجھائی ہے قوانین خداوندی کو تسلیم کرنا جیسے کہ فرمایا وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ "وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ (49-48-77) یعنی جب ان کو کہا جاتا تھا کہ مان جاؤ تو وہ لوگ نہیں مانتے تھے سو اس دن ویل ہوگا ایسے نہ ماننے والوں کے لئے۔ اور تکذیب کرنے والوں کیلئے" جھٹلانے والوں کیلئے۔ یہاں قرآن حکیم نے لفظ رکوع کو لفظ تکذیب کے مقابلہ میں لاکر علم ادب اور بلاغۃ کے تقابل والے ہنر سے معنی سمجھادی کہ جب تکذیب کی معنی جھٹلانا اور نہ ماننا ہے جو کہ نگیٹو اور منفی ہے تو اسکے مقابل لفظ رکوع کی معنی از خود متعین ہو گئی کہ ماننا اور مثبت پہلو سے گویا تسلیم کرنا بھی ہو گئی۔ اگر رکوع سجدہ کی اصطلاحوں کی معنی پر بیک وقت غور کیا جائے تو معنی بنتی ہے کہ پہلے احکام خداوندی کو تسلیم کرو پھر انکی تعمیل کرو۔ اسیطرح قرآن حکیم نے نہایت عبقری اصطلاح الصلوۃ کی معنی سمجھائی تابعداری کرنا اور پیروی کرنا جیسے کہ فرمایا فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ وَلَٰكِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ (32-31-75) یعنی اس قرآن سننے والے نے نہ اسکی تصدیق کی نہ ہی اسکی پیروی کی بلکہ اسنے تو اسے جھٹلایا

تکذیب کی اور پیٹھ دیکر چلا گیا (یعنی پیروی نہیں کی) غور کیا جائے کہ قرآن حکیم اپنے الفاظ اور اصطلاحوں کی معانی کس طرح تو خود سمجھاتا ہے جو کسی بھی خارجی علوم چہ جائیکہ علم اللغہ کیلئے بھی کسی مدرسہ میں جانے کی زحمت نہیں دیتا، یعنی قرآن اپنی تفہیم کیلئے خود مدرسہ ہے، خود استاد ہے، سچ تو فرمایا کہ وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡآنَ لِلذِّکۡرِ فَھَلۡ مِن مُّدَّکِرٍ (54-40) یعنی قرآن تو بہت آسان کتاب ہے سو ہو کوئی طالب علم جو آکر اس سے قوانین سمجھے!! اسطرح قرآنی قوانین کا بہت ہی اہم لفظ ''الصوم'' بھی ہے جسکی معنی ہے ''روک'' رک جانا ٹھر جانا تو اس کی جو اصطلاحی تشریح قرآن حکیم نے سمجھائی ہے وہ امنو قسم کے امن دینے والے جڈیشری اور لا اینڈ آرڈر کو درست بنانے والے بیورو کریٹ لوگ ہیں انکو فرمایا تم پر صوم فرض کیا گیا ہے لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُونَ (2-183) یعنی صوم ادا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ تمہاری دلوں میں اللہ کا خوف پیدا ہو انکے علاوہ صوم کو قرآن حکیم نے مجرموں کو سزا دیتے وقت انکے لئے لفظ کفارہ (5-89) سے اور وبال (5-95) سے تعبیر فرمایا ہے یعنی جرمانہ اور برے کام کا برا نتیجہ اور سزا، قرآن حکیم کی ان تعبیرات سے ثابت ہوا کہ صوم ایک جڈیشری پنشمنٹ ہے مجرموں کیلئے، اب کوئی صوم کو قرآنی عینک سے اسکی تعبیرات کو سمجھنے کے بعد فضائل صوم کی روایات پر غور کرے تو قرآن کا منہ ایک طرف نظر آتا ہے اور مذہبی اجارہ داروں کا رخ کہیں دوسری طرف، ویسے بھی قرآن حکیم نے صوم کیلئے بتایا کہ کھانے پینے اور جماع سے پرہیز مِنَ الۡفَجۡرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیۡلِ (2-187) تک یعنی آفتاب سے پہلے سے لیکر عشاء تک بندش ہے تو قرآن دشمن مذہبی اجارہ داروں نے اسے اپنی طرف سے خلاف قرآن من السحر الی المغرب تک مشہور کر دیا، کیا یاد کریگا قرآن اور قرآن کو نازل کرنے والا کہ روایاتی امامی علوم کے ٹھیکیداروں نے دین اسلام کا چہرہ بگاڑنے میں کیا تو مقابلہ کیا ہے، اب ساری امت مسلمہ صوم کو عدالتی سزا سمجھنے کے بجاء عبادت سمجھ کر ہر آنیوالے مہینے رمضان میں اشیاء خورد ونوش کی قیمتوں کو آسمان پر لے جاکر واقعی لوگوں پر وبال مال بنا کر پیش کرتے ہیں۔ ایک ہندو شخص مہینے رمضان کی پہلی تاریخ کو اسلام قبول کر کے مسلمان ہوا، رات کو اسے عشاء نماز پڑھائی گئی ساتھ ساتھ بیس رکعات تراویح بھی تو وہ بیچارہ بڑا تھک گیا نماز ختم کرنے کے بعد اسنے کہا یہ اتنی لمبی نماز ہمیشہ روزانہ پڑھنی پڑتی ہے؟ تو جواب میں اسے مسلم بنانے والوں نے کہا نہیں نہیں یہ صرف ایک مہینہ رمضان کا پڑھنی ہوگی بقیہ گیارہ ماہ میں تراویح نہیں ہے۔ تو اس نو مسلم نے کہا کہ اچھا میں یہ مہینہ رمضان گذرنے کے بعد مسلمان بنوں گا، کیا کہنا اللہ نے تو صرف دن کے روزوں کو وبال کہا (5-95) مولویوں نے کہا کہ ہم پورے مہینہ کو وبال کئے دیتے ہیں۔

محترم قارئین!

اس کتاب کا نام اور عنوان تو ہے'' ولدیت اور وفات عیسی علیہ السلام'' میں نے جو تمہید شروع کی ہے وہ لمبی ہوتی جارہی ہے کہاوت ہے کہ اونٹ ہلکا اور دم بھاری سو اس سے بچنے کیلئے اصل موضوع کی طرف آنا چاہیئے لیکن میں ضروری سمجھتا ہوں کہ پھر مقدمہ اور تمہیدی پیش لفظ کو اور زیادہ واضح کروں وہ اسطرح کہ جیسے آپنے دیکھا کہ یہودی مذہبی پیشوائیت نصاری مذہبی پیشوائیت مجوسی مذہبی پیشوائیت مسلم امت کی مذہبی پیشوائیت ان سب کی ذہنیت ایک طرف تو یہ جملہ لوگ سَمّٰعُونَ لِقَوۡمٍ آخَرِینَ (5-41) یہ کسی اور طبقے کے مخبر اور ایجنٹ ہیں نیز ان سب کو اپنے ان داتاؤں کا حکم تھا کہ علم وحی لوگوں تک جوں کا توں پہنچنے نہ پائے، ان بادشاہت کے حصہ داروں نے اگلے انبیاء علیھم السلام کے کتابوں کا کباڑہ تو یُحَرِّفُونَ الۡکَلِمَ مِن بَعۡدِ مَوَاضِعِہٖ (5-41) تحریف لفظی والے حربہ سے کیا، لیکن آخری پیغمبر کی آخری کتاب قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری چونکہ اللہ عزوجل نے اپنے ذمہ پر لی ہے اسلئے قرآن کے اندر انہوں نے تحریف معنوی کے چکر چلائے، جنکی نشاندہی اور اطلاع خود قرآن حکیم نے لوگوں کو کرائی کہ یہ لوگ معانی قرآن اور مفاہیم قرآن پر ڈاکہ ڈالنے کیلئے اپنے دم چھلوں کو کہتے ہیں کہ اِنۡ اُوتِیتُمۡ ھٰذَا فَخُذُوہُ وَاِن لَّمۡ تُؤۡتَوۡہُ فَاحۡذَرُوا (5-41) یعنی یہ ہماری والی معنی اور تشریح اگر تمہیں بتائی جائے تو قبول کریں لیکن اگر یہ ہماری والی تعبیریں نہ ملیں تو قرآن کو بھی قبول نہ کریں، ہم اسکے مقابلہ میں خود امامی روایات کو وحی غیر متلو کے نام سے مشہور کر کے ان روایات سے سرمایہ داریت اور جاگیرداریت کے پودوں کو درخت بنائینگے، عیسی ابن مریم کو ابن اللہ بنانا اور اسے ماں سمیت دوسرا اور تیسرا اللہ مشہور کرنا یہ سب پرستش کے شرکیہ ہتھکنڈے اس خاطر ایجاد کئے گئے کہ پھر ان اوتاروں اور پیغمبروں کے ناموں سے ایسی روایات اور حدیثیں گھڑی جائیں جنکے ذریعے یا تو علم وحی کی آیات کو منسوخ بنادیں اور انہیں شرک بالقرآن کے طور پر اکیلے قرآن کو اصل دین قبول کرنے کے بجائے دین اسلام کے چار اصول مشہور کریں یعنی قرآن، علم روایات، قیاس اور اجماع، اسطرح کے جس شرک سے قرآن نے روکا ہے وہی شرک،

قرآن کی تفسیر اور تعبیرات کے نام سے لوگوں کو منوائیں اور ان سے اسپر عمل کرائیں، اور انکو باور کرائیں کہ اللہ نے جس شرک سے روکا ہے وہ صرف قبروں والوں سے حاجت روائی مشکل کشائی کے مطالبوں تک محدود ہے اور بس، یعنی اللہ کی کتاب قرآن کو اصل واحد نہ ماننا اور اسکے ساتھ امامی روایاتی فقہی علوم کو اسکے ساتھ شریک اور مأخذ قرار دینا اسمیں کوئی شرک نہیں۔

جناب عیسیٰ علیہ السلام کے حقیقی تعارف میں مافیائی علوم والوں کی خیانت

ان دشمنان علم وحی اور دشمنان انبیاء علیھم السلام نے جو جناب عیسیٰ علیہ السلام کی شخصی اور ذاتی تاریخ مسخ کرکے انکا تعارف کچھ سے کچھ کر دیا ہے میں اس کتاب کے اصل مضمون اور موضوع کو شروع کرنے سے پہلے قارئین کو اس حقیقت کی آگاہی دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ میں نے یہ عرض کیا کہ ان کا یہ ظلم اور زیادتی اکیلے جناب عیسیٰ علیہ السلام پر نہیں، بلکہ جملہ کرایہ پر تاریخ نویسوں اور روایات سازوں نے کم وبیش جملہ انبیاء علیھم السلام کی کردار کشی کی ہے، انکی دست وبرد سے نہ ابراہیم علیہ السلام بچا ہے، نہ لوط علیہ السلام نہ داؤد علیہ السلام نہ سلیمان علیہ السلام نہ موسیٰ علیہ السلام نہ ہی جناب خاتم الانبیاء محمد علیہ السلام ہی انکی زہر افشانیوں سے بچ سکے ہیں۔ جنکی تفاصیل علم روایات سے متعلق متفرق تحریرون میں میں لکھ چکا ہوں، ان روایت سازوں نے انبیاء علیھم السلام کو خود انہیں ملے ہوئے علم وحی کی مخالفت کرتے ہوئے بھی دکھایا ہے اور انکے ذاتی کردار کی بھی غلیظ قسم کی توہین کی ہے، قارئین لوگ میری اس بات کا ثبوت چرچ کی طرف سے عہد نامہ عتیق و عہد نامہ جدید کے شائع کردہ لیٹسٹ ایڈیشن حاصل کرکے پڑھ سکتے ہیں، اور ساتھ ساتھ جناب خاتم الانبیاء محمد علیہ السلام کی شخصی وذاتی توہین کی روایات اور اصحاب رسول کی کردار کشی اور توہین کی روایات مذہبی علوم کے نام پر لکھی گئی بخاری مسلم اور دیگر کتب احادیث میں پڑھی جاسکتی ہیں۔ ویسے عیسائی مذہبی مشنری اداروں کی طرف سے جناب عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی پر جو کتابیں مارکیٹ میں لائی گئی ہیں انمیں بھی جناب عیسیٰ علیہ السلام کو دربدر والی زندگی گذارنے والا دکھایا گیا ہے اور اسکے ساتھ اپنے قریبی ساتھیوں حواریوں کی غداری کا یہ شاہکار قسم کا جھوٹ مشہور کیا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو انہوں نے چند ٹکوں کے عوض مخبری کرکے گرفتار کرایا اور اسے پھانسی پر چڑھوادیا، اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کے وہ حواری لوگ غدار بنگئے۔ جبکہ قرآن حکیم ان حوارین کے شان میں جناب خاتم الانبیاء علیہ السلام کے اصحاب کرام کو فرماتے ہیں کہ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَى عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ (61-14) اس اٰیت کریمہ پر غور کیا جائے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کا کتنا تو مقام ومرتبہ ہے جو اللہ پاک اصحاب خاتم الانبیاء کو حکم فرماتے ہیں کہ آپ لوگ بھی عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب حواریوں کی طرح بنیں، پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ اصحاب محمد علیہ السلام نے اللہ کے اس حکم کی جب تعمیل اور بجا آوری کرکے دکھائی تو وہ بھی روم، فارس اور افریقہ کے فاتح بن گئے اس سے یہ قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی جماعت مؤمنین کو بھی اللہ کی تائید اور مدد سے اتنا تو مقام ومرتبہ ملا ہے جو وہ بھی دنیاء بنی اسرائیل پر فاتح اور حکمران ہوگئے تھے۔

محترم قارئین!

علم وحی کے دشمن جاگیرداروں اور سرمایہ پرستوں نے ہر دور میں ہر موقعہ پر انبیاء علیھم السلام اور انکی تعلیمات کو انکی فتوحات کو تاریخ میں بلیک آئوٹ کیا ہوا ہے، یہ اسلیئے کہ آنیوالے زمانوں کے لوگ تعلیمات الاہی کو اپنا منشور حیات قرار نہ دیں، کیونکہ اس تعلیم اور جناب خاتم الانبیاء محمد علیہ السلام کے اس اعلان پر غور کریں جو وہ فرماتے ہیں کہ إِنَّ السَّاعَةَ ءَاتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَى (20-15) (45-22) یعنی وہ وقت آنیوالا ہے، وہ انقلاب کی گھڑی آنیوالی ہے جسکی فکس گھڑی کو میں اب مخفی رکھ رہا ہوں جب وہ وقت آگیا تو اس دور میں ہر محنت کش کو اسکی محنت کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا کسی محنت کش کی محنت کو، کوئی لٹیرا، لوٹ نہ سکیگا،

جناب قارئین!

علم وحی کا اعلان دنیاء آئی ایم ایف کے استحصالیوں کی لوٹ کھسوٹ کیلیئے موت کے برابر ہے، اس اعلان وحی کو لٹیروں نے جب سمجھا تو انھوں نے مذہبی پیشوائیت کو کرایہ پر قرآن کی معنوی تحریف کے دندھے سے لگایا کہ وہ لوگوں کو بیوقوف بنائیں کہ ہم نے کس کا حق محنت نہیں لوٹا، بلکہ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَى عِلْمٍ عِندِي(28-78) یہ

ہماری نولمٹ دولت خود ہماری ذہنی محنت کے مرہون منت ہے، اگر ہم جناب عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف سرمایہ دار شاہی کی کرایہ پر مذہبی پیشوائیت کا یہ الزام قبول کریں کہ وہ دنیامیں دردر کی ٹھوکریں کھاکر ساتھیوں کی بیوفائی اور غداری سے پھانسی پر لٹکائے گئے تو پھر قرآن حکیم کی یہ اٰیت جھوٹی بن جائیگی جسمیں رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ (51-40) یعنی ہم اپنے رسولوں اور ان پر ایمان لانے والے انقلابیوں کی مدد کیا کرتے ہیں دنیامیں بھی اور انقلابی نتائج کے ظہور کے وقت انکے مشہود ہونے کے وقت پر بھی،،اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف ان مافیائی علوم کی خرافات کو اگر ہم قبول کریں کہ انہیں دنیامیں انجیل کے بتائے ہوئے انقلاب کو کامیاب کرنے کا چانس نہیں ملا تو قرآن حکیم کی یہ آیت کریمہ بھی بے مقصد اور غلط ہو جائیگی کہ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ (21-58) یعنی اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ ہمارے کارکنان اور علم وحی کے والینٹر اور میرے رسول ضرور ضرور غالب ہو کر رہینگے اسلئے کہ میں اللہ بہت ہی طاقتور اور غالب ہوں۔

میں نے کئی بار مسلم امت کے علم الحدیث کے متعلق لکھا ہے کہ ان روایات کے پس منظر کو اگر کسے صحیح طور پر سمجھنا ہے تو وہ کم سے کم موجودہ بگڑے ہوئے توریت اور انجیل کو ضرور پڑھے اسے اچھی طرح معلوم ہو جائیگا کہ روایت ساز امام مافیا بھی عالم نصرانیت کی ڈیوٹیوں پر لگی ہوئی تھی، یہ بات میں اسلئے کر رہا ہوں کہ مسلم امت کے غیر قرآنی علوم میں بھی جناب عیسیٰ علیہ السلام کے حکمران بننے اور انقلاب کو کامیاب کر کے فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ (14-61) اس قرآنی دلیل سے وہ عیسیٰ علیہ السلام اور اسکے حواری اصحاب کی حکمرانی کی حدیثیں ضرور لکھنی چاہییں تھیں!! لیکن یہ روایات والے علوم ایجاد کرنے والے اور امام کے لقب سے مشہور لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے کامیاب انقلابی حکمران بننے کی حدیثیں کیا لکھینگے انھوں نے تو جناب خاتم الانبیاء محمد علیہ السلام جو ایشیا افریقہ اور یورپ کے خطوں میں اسلامی حکومتیں قام کرنے کے مؤسس اعلیٰ تھے، انہیں بھی اپنی حدیثوں میں ایک خانقاہی پیر اور لونڈیوں کو بغیر نکاح کے استعمال کرنے والا متعارف کرایا ہے، سو یہ عیسیٰ علیہ السلام کا حقیقی تعارف کیونکر کرائینگے، اگر اللہ پاک جناب عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن حکیم میں یہ وضاحت نہ فرماتے کہ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ (4-157) یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو نہ قتل کیا گیا ہے نہ ہی پھانسی پر چڑھایا گیا ہے، مگر عیسائی تاریخ نویسوں نے کسی غیر نبی اور غیر رسول عیسیٰ کی پھانسی کو عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کے نام سے منسوب کر کے ایک تاریخی اشتباہ پیدا کر دیا ہے۔ اگر قرآن حکیم کی عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی نہ دینے کی یہ وضاحت نہ ہوتی تو مسلم امت کے روایت ساز لوگ عہد نامہ جدید والی انجیل کے اتباع میں کئی ساری حدیثیں بھی صلیب کی حمایت میں بناڈالتے۔

عقیدہ ابن اللہ کا نفسیاتی پس منظر

پہلے پہل تقرب الی اللہ میں غلو کے طور پر یہود و نصاریٰ خود کو اللہ کے بیٹے قرار دیتے تھے جس کا مطلب خود کو صرف احباء اللہ یعنی اللہ کے ہاں زیادہ مقرب ہونے کی دعوی مقصود ہوتی تھی۔ جس طرح کہ قرآن حکیم نے بتایا ہے کہ وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ (18-5) یعنی یہود و نصاریٰ نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور لاڈلے ہیں۔

اللہ عز و جل چونکہ خبیر اور علیم ہے وہ جانتا ہے کہ إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ (34-14) انسان ظالم اور ناشکرا ہے، وَكَانَ الْإِنسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا (54-18) یعنی یہ اکثر بیشتر جھگڑالو ہے إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ (66-22) انسان ناشکرا ہے، إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (72-33) یہ ظالم اور جاہل بھی ہے إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا (19-70) یہ پیدائشی بھوکا حریص اور بخیل ہے، تو انسان کی یہ دعویٰ کہ وہ اللہ کے بیٹیوں اور چہیتوں میں سے ہے یہ اسکی خود پسندی والی مزاج ہے، یہ اسکی تکبر والی مزاج ہے، اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا، إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ (18-31) اللہ عز و جل انسان کی ایسی مزاج کے پیش نظر جانتا تھا اور جانتا ہے کہ یہ اپنی اس روش سے کیا کیا ڈھکوسلے بنائیگا، جو وہ بنائے بھی کہ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ (30-9) یعنی یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، کسی کو اللہ کا بیٹا قرار دینے میں پہل تو یہودیوں نے کی کہ عزیر کو اللہ کا بیٹا قرار دیا اسکے باوجود انہوں نے عزیر کو بن باپ کے پیدا ہونے والا مشہور نہیں کیا، مگر جب عیسائیوں نے یہودیوں کے مقابلہ میں اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ اور اللہ کا بیٹا قرار دیا تو یہودیوں کو موقعہ مل گیا کہ عیسائیوں کو خوار اور رسوا کرنے کیلئے اچھا موقعہ ملگیا ہے، سو کیوں نہ انکے نبی عیسیٰ کو اسکی والدہ پر گالی مشہور کریں کہ اسنے کسی سے بغیر نکاح کئے بیٹا جنا ہے ورنہ شروع شروع میں تو عیسائی اور یہودی لوگوں کا یہ مشترکہ عقیدہ اور نظریہ مسلم اور مانا ہوا تھا کہ جناب عیسیٰ علیہ اسلام کی والدہ محترمہ مریم علیہا السلام نے باقاعدہ اپنے رشتہ دار جناب یوسف نجار سے نکاح کیا تھا جس سے اسے عیسیٰ سمیت پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ لیکن یہودی لوگ بی بی مریم کی اس شادی کو غیر قانونی قرار دیتے تھے لوقا سے مروی انجیل میں عیسیٰ علیہ اسلام کا شجرہ اور مریم علیہا السلام کے شوہر یوسف نجار کا شجرہ باب نمبر 3 تین میں لکھا گیا ہے جسکا سلسلہ جناب داؤد علیہ السلام سے ہوتا ہوا جناب ابراہیم علیہ السلام تک ثابت ہے۔

اور یوحنا سے روایت کردہ انجیل کے پہلے باب کی آیت نمبر 35 میں لکھا ہوا ہے کہ یہ عیسی یوسف کا بیٹا ہے جو ناصرت سے آیا ہے۔

مرقس نامی انجیل کے دسویں باب کے اخیر میں ایک اندھے نابین کو بینا بنانے والے قصے میں وہ بارتمئی نامی اندھا جناب عیسیٰ علیہ السلام کو جناب داؤد علیہ السلام کی اولاد سے ابن داؤد کہہ کر پکارتا ہے اور ابھی آپ لوقا کے روایت کردہ انجیل کے حوالہ سے پڑھکر آئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا والد یوسف نجار جناب داؤد علیہ السلام کی نسل سے تھا، ان معروضات سے مطلب یہ ہے کہ عیسوی تحریک اور نبوت کے شروع زمانے میں عیسی کے بن باپ پیدا ہونے کا تصور نہیں تھا، یہ غیر فطری اور عیسیٰ علیہ السلام پر تبرا والا تعارف، گالی والا تعارف، یہودی فنکار لوگوں نے عیسائی امت میں داخل ہو کر انکے اناجیل میں ملاوٹ کے ذریعے کرایا ہے۔ اسکا ایک ثبوت یہ ہے کہ کتاب انجیل اللہ پاک نے ایک ہی ایڈیشن میں نازل فرمایا تھا جو اصل نسخہ مرور زمانہ کی دخل اندازیوں سے گم ہو گیا اب اسکے عوض متعدد اناجیل ہیں جنکی حیثیت راویوں اور مرتبوں کے نظریات کے تابع قصہ جات والی ہے۔ جسطرح کہ مسلم امت کے علم الروایات کی تدوین کی گئی ہے، بہر حال یہ روایات کی اقسام والے اناجیل باوجود کہ یہودی کارستانیوں کے شاہکار ہیں جن میں عیسیٰ کو خدا کا بیٹا ابن اللہ بھی کہا گیا ہے لیکن ساتھ ساتھ عیسی کے بن باپ پیدا ہونے والے نظریے کا ان میں رد بھی موجود ہے جیسے کہ متی نامی انجیل کے تیرھویں باب کے اخیر میں لکھا ہے کہ جب عیسیٰ اپنے پرانے گاؤں ناصرت میں آکر تعلیم دیتا ہے تو گاؤں والے اسکی عقلمندی والی تعلیم سے حیرت میں پڑ کر ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ اسکو اتنی عقلمندی اور معجزوں کی طاقت کہاں سے حاصل ہو گئی کیا یہ اس

در کھاں کا بیٹا نہیں ہے ؟ کیا اسکی ماں کا نام مریم نہیں ہے ؟ یعقوب یوسف شمعون اور یہوداہ اسکے بھائی نہیں ہیں ؟ کیا اسکی بہنیں یہاں نہیں رہتیں ؟ اسنے اتنا سارا علم کہاں سے حاصل کیا؟

محترم قارئین!

ان یہودیوں کی کارستانیوں سے، علمی تحریفات سے، عیسائیوں کے اندر جتنی بھی اصلاحات جناب عیسیٰ علیہ السلام کی مساعی جمیلہ سے اور بھاگ دوڑ سے پیدا ہوئی تھیں، ان سب کا بیڑا اغرق کیا گیا، قرآن نے جو عیسائیوں کی تعریف کی ہے کہ یہ لوگ نیکو کاری میں پیشوا ہیں، دنیا سے نفرت کرنے والے عاجزی کے ساتھ ہر ایک کو پیش آنیوالے ہیں۔(5-82) انکی تعلیمات میں یہودیوں کی تحریفات سے انکے اقدار کی ستیاناس ہوگئی" یہودیوں کے بارے میں قرآن حکیم نے جو فرمایا کہ یہ لوگ علم وحی اور دین فطرت کی تعلیمات میں۔ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (4-46) یعنی یہودیوں کے ملا لوگ تحریف کرتے ہیں کلمات کی انکے اپنے مقامات سے اور کہتے ہیں کہ ہمنے (احکام خداوندی کو) سنا، لیکن اسکی نافرمانی کرینگے۔ سورۃ المائدہ میں ہے کہ وَمِنَ الَّذِينَ هِادُوا سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ " (5-41) یعنی یہودیوں کا اوڑھنا بچھونا جھوٹ ہوتا تھا یہ نبی کی مجلس میں تو شریک ہوتے تھے لیکن اپنے پیچھے باطل لیڈر شپ کے جاسوس بنکر آتے تھے یہ انکے لئے مخبری کرنے کی غرض سے آتے تھے۔ واقعی آج تک یہودیوں کی عادت عالمی سامراجیت کیلئے مخبری کرنا ہے" اور ساتھ ساتھ وحی خداوندی کے علم القرآن میں جسکے متن کی حفاظت کا ذمہ رب پاک نے اپنے قبضہ قدرت میں لے رکھا تھا جو اب تک جاری ہے(9-15) اسکے اندر بھی اپنی من مانی چلانے کیلئے ان لوگوں کو جو بارگاہ نبوت میں کبھی روبرو آکر تعلیم قرآن نہیں سن پائے تھے انہیں یہ یہودی ملا کہتے تھے کہ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِن لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا(5-41) یعنی اگر رسول اللہ بھی یا کوئی اور بھی تمہیں قرآن سے ہماری والی یہ یہ تعبیرات دے تو انہیں قبول کریں اگر ہماری تعبیروں سے کوئی مختلف چیز دے تو اس قبول نہ کریں اور اس سے بچ کے رہیں۔

سو محترم قارئین!

ان یہودیوں کے اسلام میں داخل کردہ فقہ کالمسئلوں کی فہرست بھی بڑی لمبی ہے جنکے ایجاد کردہ خلاف قرآن امامی علوم سے تربیت یافتہ مسلم امت کے ملا بھی قرآن حکیم کے متعلق انہیں والا نظریہ (5-41) صدیوں سے اختیار کئے ہوئے ہیں کہ اگر قرآن فرمائے کہ نکاح کی عمر بہت ہی پکی ہونی ضروری ہے(4-21) تو قرآن سے بچکر رہو، اور امای روایات کے پیچھے چلو اگر قرآن کہے کہ غلامی اور غلام سازی پر بندش ہے(8-67) (6-164) (4-47) تو قرآن کی مت سنو اور بجاء اسکے اماموں کے علوم کے پیچھے چلو۔ اگر قرآن کہے کہ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ (53-39) یعنی دولت کے حصول کا ذریعہ صرف ایک ہے یعنی محنت، نکمے آدمی کیلئے کچھ بھی نہیں تو قرآن کی یہ بات نہ مانو امامی علوم نے بیع مضاربۃ کے حیلے سے محنت کے بغیر پیسوں سے پیسے کمانا جائز کردیا ہے اسپر چلو۔ اگر قرآن کہے کہ زمین کسی کی ذاتی ملکیت میں نہیں آسکتی(5-18) (3-180) مولوی لوگ کہینگے کہ قرآن کی نہ سنو امامی علوم اور امامی روایات نے جاگیرداریت کو جائز کردیا ہے۔

میں یہاں تک جن خلاف قرآن امامی علوم کا ذکر کرتا ہوا آرہا ہوں جو کہ اسلام میں دشمنوں کے اتحاد ثلاثہ یعنی یہود مجوس اور نصاری کے مشترکہ گٹھ جوڑ سے ایجاد کیا ہوا، امت مسلمہ کے مدارس دینیہ میں بڑی فریب کاری والے ہنر سے انکے درس نظامی والے سلیبس میں برٹن سامراج کے ایام اقتدار میں نصاب تعلیم میں داخل کرایا ہوا ہے، اسکی کچھ روایات عیسیٰ علیہ السلام کے قانون فطرت کے خلاف بن باپ کے پیدا ہونے اور وفات پاجانے کے بغیر آسمان پر اٹھائے جانے کی بھی، قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اسکے بعد ولدیت عیسیٰ علیہ السلام یعنی انکی پیدائش قانون فطرت کے مطابق ماں اور باپ سے پیدا ہونے اور یہیں زمین پر

وفات پاجانے کے دلائل قرآن حکیم سے دیکر مضمون کو ختم کرونگا۔ جن روایات کو یہاں لکھنے کی بات کی ہے یہ میں نے فرقہ اہل حدیث کے بہت بڑے جید عالم علامہ عنایت اللہ اثری وزیر آبادی ثم گجراتی کی کتاب عیون زم زم سے نقل کی ہیں۔

مسند ابو داؤد طیالسی میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ ہم نے نجاشی کے سامنے حضرت عیسیٰ کے متعلق اپنا خیال یوں ظاہر کیا کہ نقول کما قال اللہ عزوجل ھو روح اللہ وکلمتہ القاھا الی العذرآالبتول التی لم یمسھا بشر ولم یفرضھا ولد۔

علامہ عنایت اللہ اثری اپنی کتاب عیون زمزم فی میلاد عیسی بن مریم کے صفحہ ۷۴ پر مولانا وحید الزمان کی کتاب لغات الحدیث باب الباء مع التاء کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ: انا سمعناک یارسول اللہ تقول ان مریم بتول وان فاطمہ بتول ما البتول فقال البتول التی لم تر حمرۃ قط۔

مولانا اشرف الحق نے عون المعبود شرح ابو داؤد صفحہ 192 جلد چہارم میں فرمایاہے کہ مجھ سے سوال ہوا کہ ھل جاۤالتصریح فی الحدیث ہان عیسی بن مریم علیہ السلام تولد من غیر اب قلت نعم اخرج عبد بن حمید الکشی فی مسندہ ان عبید اللہ بن موسی قال انا اسرائیل عن ابی اسحاق عن ابی بردہ ابن ابی موسی عن ابیہ قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ننطلق مع جعفر ابن ابی طالب فی ارض النجاشی فذکر الحدیث وفیہ قال النجاشی لجعفر مایقول صاحبک فی ابن مریم قال یقول فیہ قول اللہ عزوجل ھو روح اللہ وکلمتہ اخرجہ من العذراء البتول لم یقربھا بشر۔۔۔۔۔۔۔

پہلی حدیث:

پہلی حدیث عبداللہ بن مسعود کا خلاصہ یہ ہے نجاشی نے جو ہم سے سوال کیا آپ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا خیال کرتے ہو تو ہم نے جواب میں کہا کہ ہمارا خیال ایسا ہے جیسے اللہ عز و جل نے فرمایا کہ وہ اللہ کا روح ہے اور اسکا کلمہ ہے جسے کنواری کی طرف القاء کیا۔ جو بتول بھی تھی جسے کسی انسان نے چھوا تک بھی نہیں تھا جس کے چھونے سے کوئی اسے بچہ ہوا ہو۔

تبصرہ:

اس حدیث میں جناب عیسیٰ علیہ السلام کو جو روح اللہ کہا گیا ہے یہ بات کوئی عیسیٰ علیہ السلام کی اکیلے کی خاصیت نہیں ہے جملہ مؤمنین کیلئے اللہ نے فرمایا ہے کہ اُوْلٰئِکَ کَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَ أَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ(22-58) اسی طرح روح القدس جو جبریل علیہ السلام کو اور علم وحی کو نازل کرنے والا کہا گیا ہے یہ جملہ انبیاء علیہم السلام سے تعلق رکھتا ہے اسمیں صرف اکیلے عیسیٰ علیہ السلام کی بلا شرکت غیرے خصوصیت نہیں ہے ویسے مطلق اللہ کی روح تو جملہ انسانوں میں داخل کی گئی ہے جس کیلئے ملاحظہ فرمائیں قصہ تخلیق آدم میں:

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ(15-29)

اکیلے جناب خاتم الانبیاء علیہ السلام کو کہا گیا کہ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ(26-194)

جملہ انبیاء علیہم السلام کیلئے فرمایا گیا:

رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ(15-40)

یہ مثال کہ کسی کو روح اللہ کہنا اللہ عز و جل کی جانب سے جسطرح جناب عیسیٰ علیہ السلام کو کہا گیا ہے اس طرح سب انبیاء مؤمنین اور انسانوں کو بھی کہا گیا ہے لیکن اگر کوئی کسی کا لقب ہی روح اللہ رکھے تو اس سے اسکی تخصیص بلا شرکت غیرے متصور نہیں ہو گی جس طرح ایرانی لوگوں نے امام خمینی کا ایک لقب روح اللہ بھی مشہور کیا ہوا ہے۔

آگے حدیث میں ہے کہ وکلمتہ یعنی عیسی علیہ السلام کا تولد یہ اللہ کا کلمہ ہے فیصلہ ہے۔ یہی جملہ اور لفظ قرآن حکیم نے جناب یحیٰ علیہ السلام کیلئے بھی استعمال کیا ہے کہ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ(39-3) مطلب کہ یہ بھی کوئی ایسی خصوصیت نہیں جو جناب عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی اور میں نہ ہو۔

حدیث میں آگے ہے کہ القاھا الی العذراء البتول العذراء البتول

العذراء کی معنیٰ کنواری اور بتول کی معنیٰ اس حدیث کے بعد والی حدیث کی روشنی میں ہے کہ جس عورت کو ماہواری نہ آتی ہو۔

اب کوئی بتائے کہ میڈیکل سائنس ایسی عورت جس کو ماہواری نہ آتی ہو اس کیلئے بچہ کے ہونے کو قبول تو نہیں کرتی۔

اس حدیث کے اخیر میں کہا گیا ہے عذراء اور بتول وہ ہوتی ہے جسکو کسی انسان نے چھوا ہو اور نہ ہی اسے کوئی بچہ ہوا ہو"

میرے دوست مجھ سے شکایت کرتے ہیں کہ آپکی تحریر میں تلخی ہوتی ہے، اس لئے میں حدیث کے اس آخری جملہ پر کوئی تبصرہ نہیں کرتا"

حدیث نمبر دوم کا خلاصہ اور اس پر تبصرہ

یارسول اللہ ہمنے آپ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ مریم اور فاطمہ بتول ہیں سو ہمیں بتائیں کہ بتول ہے کیا؟ پھر جواب میں فرمایا کہ بتول وہ عورت ہے جسنے (ماہواری کی) سرخی کو نہ دیکھا ہو اس حدیث کے خلاصہ پر اکتفا کرتے ہیں لیکن اس حدیث بنانے والے نے تو اولاد فاطمہ بتول، امام حسن حسین زینب وغیرہ سب کے وجود کو جیسے غیر فطری اور غیر سائنسی بنا دیا، اور اگر مریم و فاطمہ بتول ہونے میں برابر ہیں تو مریم کو بغیر شوہر کے عیسیٰ پیدا کراتے ہیں اور فاطمہ کو اولاد تو شوہر کے ذریعہ سے دلاتے ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بتول کی بھی ایک سے زائد قسمیں ہوتی ہیں۔

حدیث نمبر سوم

ابو بردہ اپنے ابو سے روایت کرتے ہیں کہ حکم فرمایا ہمیں جناب رسول علیہ السلام نے کہ ہم جعفر ابن ابیطالب کے ساتھ نجاشی کے علائقہ میں جائیں اس سفر کی حدیث میں ہے کہ نجاشی نے جعفر سے کہا کہ آپکا صاحب (یعنی رسول اللہ) کیا کہتا ہے ابن مریم کے بارے میں ؟ جعفر نے جواب میں کہا کہ اسکے بارے میں فرماتا ہے قول اللہ عز و جل کا، کہ عیسیٰ اللہ کا روح ہے اور اسکا کلمہ ہے۔ نکالا ہے اسے کنواری سے جو کہ بتول ہے جسکے ساتھ قرار نہیں پایا کسی بشر نے، جناب میں یہاں اس حدیث پر بھی کوئی تبصرہ اپنی طرف سے نہیں کر رہا، اسلئے کہ ہر کوئی شخص سمجھدار ہے جانتا ہے کہ قرآن حکیم میں جنابہ بی بی مریم کا بہت تفصیل کے ساتھ تعارف موجود ہے کہیں بھی اسکے شان میں بتول کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا، البت جناب رسول علیہ السلام کو جو کہ مرد ہیں حکم دیا ہے کہ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (8-73) یعنی یکسوئی کے ساتھ ربوبیت رعیت کیلئے اور افراد سلطنت کے لئے انتظامی تفصیلات طئہ کرنے کیلئے آپکو پبلک گیدرنگ سے بچکر یکسوئی میں یہ اہم کا سر انجام دینے ہیں" باقی بتول کا صیغہ یا اسم غیر قرآنی ہے۔

ولادت عیسیٰ کس طرح؟

اس مسئلہ ولادت عیسیٰ میں یعنی انکے نعوذ باللہ بن باپ کے پیدا ہونے کے ڈھکوسلہ کی ایجاد ان لوگوں نے کی ہے جنکے بارے میں رب پاک نے فرمایا کہ یہ لوگ یُحَرِّفُونَ الْکَلِمَ مِن بَعْدِ مَوَاضِعِہِ یَقُولُونَ إِنْ أُوتِیتُمْ ہَذَا فَخُذُوہُ (5-41) یعنی یہ لوگ علم وحی میں لفظی تحریفیں ور معنوی ہیر پھیر کرنے والے ہیں۔ اور یہ کیوں کرتے ہیں؟ وہ بھی عرض کیا کہ یہ اسلئے کہ بندوں کو اللہ کے ساتھ ملا کر اور انہیں اللہ کے اختیارات دیکر پھر انکے ناموں سے ایسی باتیں، روایات، حدیثیں منسوب کی جائیں جن سے علم وحی کا رد ثابت ہوتا ہو اور اسکی تنسیخ ثابت ہوتی ہو، اسی وجہ سے تو اللہ عزوجل یوم حساب کے وقت جناب عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھے گا کہ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰہَیْنِ مِن دُونِ اللّہِ (5-116) یعنی کیا آپ نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سواء دوسرا اور تیسرا اللہ قرار دیکر مانو؟ مطلب کہ یہ سب ہیر اپھیریں اسلئے ہیں کہ علم وحی کے قوانین سے جان چھڑائی جائے" اب آئیں اصل مسئلہ کی طرف جو یہ ہے کہ یَا أَیُّہَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاکُم مِّن ذَکَرٍ وَأُنثَیٰ وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا" (13-49) یعنی اے انسانو! اے لوگو: ہم نے آپکو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ ہمنے آپکو مذکر اور مؤنث کے (میلاپ سے) تخلیق کیا ہے۔۔۔۔۔۔ اب اس جملہ میں تخلیق آدم کا قانون بیان کیا گیا ہے۔ انسان کی پیدائش کا محکم اصول بیان کیا گیا ہے" یہ قانون اور اصول قائدہ کلیہ ہے اسمیں سب انسان شامل ہیں کسی کی بھی استثنیٰ نہیں ہے اور نہ ہی اسمیں کوئی معنوی اشتباہ ہے جو اس قانون کو علمی شبہات سے شمار کیا جاسکے کوئی ماں کالال کوئی پھنے خان، کوئی خود کو اٹھارہ بیس علموں کا دستار بند عباؤں قباؤں کے یونیفارم والا، جناب عیسیٰ علیہ السلام کے انسان ہونے کی نفی نہیں کر سکتا، عیسیٰ علیہ السلام کے لئے یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ انسان نہیں ہے، سو جب جناب عیسیٰ علیہ السلام کو انسان مانا جائیگا تو اسکی تخلیق اور پیدائش پر اللہ کے قانون تخلیق، إِنَّا خَلَقْنَاکُم مِّن ذَکَرٍ وَأُنثَیٰ (13-49) نر اور مادہ سے پیدا ہونے کو ماننا پڑے گا،، اک نقطے وچ گل مکدی اے" اور اللہ کے اس دائمی ابدی ازلی جامع قانون میں کبھی بھی کسی کے لئے بھی تبدیلی نہیں آسکتی، اسکے لئے بھی اللہ کا اعلان ہے کہ فَأَقِمْ وَجْہَکَ لِلدِّینِ حَنِیفًا فِطْرَتَ اللَّہِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہَا لَا تَبْدِیلَ لِخَلْقِ اللَّہِ ذَٰلِکَ الدِّینُ الْقَیِّمُ وَلَٰکِنَّ أَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُونَ (30-30) یعنی غلط سلط قوانین سے مونہ موڑتے ہوئے ہمارے دین حنیف یعنی قانون فطرت جو صدیوں سے یکسانیت کے ساتھ آرہا ہے جس قانون پیدائش کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی پھر چاہے اللہ کا نظام زندگی والا قانون ہو یا یہ تخلیق اور پیدائش والا قانون ہو) ذالک الدین القیم یہی قانون ہمیشہ رہنے والا مضبوط اور سیدھا قانون ہے لا تبدیل لخلق اللہ اس قانون تخلیق میں کبھی کوئی تبدیل نہیں آنی۔

ماں کے نام سے ابن مریم کیوں؟ باپ کے نام سے کیوں نہیں؟

اب اس مسئلہ میں بات رہتی ہے قرآن دشمن عالمی سامراج کی تربیت یافتہ امامی علوم کے فاضل لوگوں کے التباسات اور علمی تھڈوں کی کہ جو ان آیات کریمہ سے وہ مغالطے پیدا کرتے ہیں کہ اِذْ قَالَتِ الْمَلَآئِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ (3-45) یعنی جب ملائکہ نے کہا کہ اے مریم اللہ تجھکو خوشخبری دیتا ہے اپنے ایک کلمہ کی (فیصلہ کی) اس بشارت والے کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے جو دنیا اور آخرت میں وجاہت والا اور مقربین میں سے ہو گا۔ اس آیت میں جو عیسیٰ کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اسے ابن مریم کہا گیا ہے، اس کو دلیل بنا کر امامی علوم کے فاضل صاحبان عیسیٰ کو بن باپ والا ٹھراتے ہیں (نعوذ باللہ)

محترم قارئین!

قرآن حکیم جیسے کہ ولادت جناب عیسیٰ علیہ السلام سے اندازاً چھ سو سال بعد میں نازل ہوا ہے اسلئے لوگوں نے بعد ولادت مسیح علیہ السلام سے اپنے اسلوب رواج اور محاوروں میں لقب مسیح اور نام عیسیٰ اور کنیت ابن مریم سے پکارا اور مشہور کیا وہ بھی اس نیت سے نہیں کہ ابن مریم کہنے سے کوئی یہ ہستی بن باپ اور بے پدر ہے بلکہ اس وجہ سے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کی ماں اسکے والد سے مرتبہ میں بہت ہی برتر ہوگی اور تھی جسے اللہ نے اعزاز دیا کہ ان اللہ اصطفاک علی نساء العالمین ویسے تو قارئین کو یاد ہو گا کہ جناب مریم علیھا السلام کی والدہ نے جب منت مانی تھی کہ اے اللہ مجھے جو پیٹ میں حمل ہے یہ بیٹا جب تولد پذیر ہو گا تو میں اسے خدمت دین کیلئے وقف کرونگی اور اسے ہیکل (درگاہ اور عبادتگاہ) والوں کے حوالے کرونگی،، پھر جب اسے اس حمل سے لڑکی پیدا ہوئی تو قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنثَىٰ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالأُنثَىٰ (3-36) یعنی امراۃ عمران نے کہا کہ اے میرے رب میں نے تو لڑکی کو جنا ہے (آگے فرمان ہے کہ) اللہ زیادہ جانتا ہے اس حقیقت کو جو اسنے بیٹی کو جنم دیا اور اگر جو یہ بیٹا جنتی تو وہ اس بیٹی کے برابر ہرگز نہ ہو سکتا،، پھر آگے چلکر جو مریم علیھا السلام نے ہیکل کے پادریوں کی جو اسکی جوانی کو پہنچنے کے وقت نظریں خراب دیکھیں، چونکہ تاریخ نے جناب مریم کی زندگی اور مریم کے ساتھ بڑی ناانصافی کی ہے اس حد تک جو خود من گھڑت انجیل میں بھی جناب عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی والدہ سے بے ادبی اور گستاخانہ لہجہ میں بات کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں، انجیل متی (12-48-50) (میں لکھا ہے کہ) کسی نے اس سے کہا دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے باتیں کرنی چاہتے ہیں اس نے خبر دینے والے کے جواب میں کہا کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی اور اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں۔ کیونکہ جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے وہی میرا بھائی اور بہن اور ماں ہے۔

ایک جگہ بی بی مریم نے اپنے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام سے کچھ کہنا چاہا تو آپنے اسے جواب میں کہا کہ اے عورت! مجھے تجھ سے کیا کام ہے،، (یوحنا 2:4)

یاد رہے کہ اللہ کے ہاں جناب بیبی مریم اپنے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو جننے سے پہلے ہی بڑے مرتبہ پر فائز ہے جو اسے علم وحی سے یہ سرٹیفکیٹ ملا ہوا ہے کہ وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ (3-42) یعنی جب ملائکہ نے کہا اے مریم تحقیق اللہ نے تجھ کو امتیاز بخشا ہے اور تجھے جہانوں کی عورتیں میں سے منتخب فرمایا ہے۔ اناجیل اور عیسائیوں کی تاریخ نے جناب عیسیٰ کو اپنی والدہ سے انداز ادبی والے دکھائے ہیں جو اللہ نے عیسیٰ السلام کی زبانی ان من گھڑت اناجیل کے الزامات کی تردید کرائی کہ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا (19-32) یعنی میں اپنی والدہ سے نیک سلوک کرنے والا ہوں اور اللہ نے مجھے اسکے ساتھ سخت گیری والے طریقہ سے چلنے والا بدبخت نہیں بنایا۔

جناب قارئین!

دیکھو کہ اللہ عزوجل کی کتاب قرآن حکیم کہ وہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت پر سے من گھڑت اناجیل اور کھوٹی تاریخ کے الزامات کس طرح تو کھرچ کھرچ کر صاف کر رہا ہے، میں نے بات شروع کی تھی ہیکل کے بد چلن پادریوں کی جنہوں نے جنابہ مریم کو بری نظروں سے دیکھنا شروع کیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ذَٰلِکَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ (3-44) یعنی یہ تاریخ اور غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپکی طرف وحی کر رہے ہیں اور آپ کوئی انکے ہاں موجود نہیں تھے جب وہ اپنے قلم پھینک کر فال نکال رہے تھے) کہ کون کفالت کرے مریم کی اور اے نبی! نہ ہی انکے اس جھگڑے کے وقت آپ انکے پاس موجود تھے، ایسے ماحول میں رہ کر بی بی مریم نے جس عفت و پاکدامنی کے ساتھ حالات اور ماحول سے ٹکر کھائی ہے اسی کے پیش نظر تو قرآن نے اسے تمغہ طہارت اور نساء عالمین پر اصطفاء اور انتخاب کا اعزاز بخشا ہے، مریم کے یہی اعزازات ہیں جن کی بنا پر اللہ نے مریم کی ماں سے کہا کہ لیس الذکر کالا نثی یعنی جو تو اگر بیٹا جنتی تو وہ لڑکا اس لڑکی جیسا مخالف حالات سے ٹکر کھانے والا نہ ہوتا،، تو یہ مریم کا مقام و مرتبہ اسے شادی سے پہلے حاصل ہو چکا تھا اسی وجہ سے اسکے رشتہ دار شوہر یوسف درکھاں کا اتنا مقام اور ناموس شہرت کو نہیں پہنچ پایا تھا جو انکے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ماں کے مقابلہ میں ایک غیر مشہور باپ کی طرف ہوتی، دنیا میں کئی ایسی عورتیں ہیں جنکی شہرت اپنے شوہروں سے اتنی تو زیادہ ہے جو کئی سارے دنیا والے ایسی عورتوں کے شوہروں کی پہچان بھی نہیں رکھتے اور نہ ہی انکے اولاد کو بن باپ کے کہتے ہیں، مثال کے طور پر ہندستان کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کی بیٹی اندرا گاندھی نے بڑی شہرت پائی اور وہ بھی ملک کی نامور وزیر اعظم ہوئی اور اسکو جو اپنے شوہر سے بیٹا راجیو گاندھی پیدا ہوا تھا وہ بھی ملک کا وزیر اعظم بنا تھا، اور راجیو کی ماں کی شہرت راجیو کے باپ فیروز گاندھی سے بدرجہا زیادہ تھی اتنی حد تک جو راجیو بیٹا اندرا تو مشہور ہے راجیو بیٹا فیروز کئی سارے لوگ نہیں جانتے اور نہ ہی راجیو کو کوئی بن باپ کے پکارتا ہے اسلیئے اللہ پاک نے فرمایا کہ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ (23-51) یعنی پھر آسمان اور زمین کے رب کی قسم کہ یہ قرآنی محاورات و استعارات ایسے تو سچ اور برحق ہیں جسطرح تم لوگ اپنی بولیوں میں محاوروں سے کنایوں سے آپس میں باتیں کرتے ہو،، دنیا والو تم نے مریم کی عظمت پر بڑے ظلم ڈھائے ہیں کچھ شرم کرو! مریم تو اپنے نامور بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو جننے سے پہلے ایسے مقام و مرتبہ کو پہنچ چکی ہے جو اسکی دہلیز پر اللہ کے ملائک آکر سلوٹ کرتے ہیں وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ (3-42) (ترجمہ ابھی گذر چکا ہے) کہ عیسیٰ کی نانی کی دعا دنیا بھر کے پادریو! پنڈتو! مولویو! مریم کو بغیر شوہر کے بیٹا جننے والی کہتے وقت کچھ تو حیا کرو! مریم جب اپنی ماں امرأۃ عمران کی گود میں جنم لیتی ہے تو اسکی ماں اس وقت اسکیلئے کہتی ہے کہ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (3-36) یعنی میں اپنی بچی کا نام مریم رکھتی ہوں اور اے میرے رب! میں اپنی بچی کو تیری پناہ میں دیتی ہوں (نیز جب یہ میری بیٹی جوان ہو کر شادی کریگی اور بچے جنے گی تو) اسکے بچوں کو بھی میں تیری پناہ میں دیتی ہوں شیطان راندہ رجیم کے شر سے۔

بہر حال ماں کے نام سے پکارے جانے پر کسی کو بن باپ کے پیدا ہونے والا کہنا یہ صرف عیسیٰ اور مریم کے ساتھ ظلم ہے قرآن میں جناب ہارون علیہ السلام بھی اپنے بھائی جناب موسیٰ علیہ السلام کو کہتے ہیں کہ يَا ابْنَ أُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي (20-94) یعنی اے اماں کے بیٹے میری داڑھی اور سر کو نہ پکڑ۔۔۔ یہاں کسی نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو کبھی بھی بن باپ والا نہیں پکارا۔

عیسیٰ علیہ السلام کے باپ کا ذکر علی الانفرادقرآن نے اسلئے نہیں کیا جو ضرورت نہ پڑی

قرآن حکیم کا فنی ادبی بلاغت کا اصول ہے کہ وہ کسی چیز لفظ یا مسئلہ کو بغیر ضرورت کے ذکر نہیں کرتا پورے قرآن میں کہیں بھی کوئی جملہ اور لفظ تو کیا ایک حرف بھی زائد اور فضول نہیں ہے ہر حرف اپنی اپنی جگہ پر مقصدیت والا ہے اپنا اپنا مفہوم دینے والا ہے۔

قرآن حکیم میں کئی جگہوں پر صرف ماؤں کے ذکر کی ضرورت پڑی ہے تو وہاں وہاں اللہ نے صرف ماؤں کا ہی ذکر کیا ہے جیسے کہ يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ (39-6) وَإِذْ أَنتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ (53-32) مَّا هُنَّ أُمَّهَاتِهِمْ (58-2) ایسے مثال قرآن میں کئی سارے ہیں۔ تو اب ان موقعوں پر یہ نہیں کہا جائیگا کہ ان مثالوں میں صرف ماؤں کا ذکر ہے تو ایسی سب مائیں شوہر کے بغیر مائیں بنی ہونگی اسلئے کہ قرآن نے شوہروں کا ذکر نہیں کیا،، دنیا والو! یہ کتاب فتو نقو کی نہیں ہے وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ (26-192) یہ کتاب رب العالمین کی نازل کردہ ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے باپ کا ذکر قرآن میں

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلاًّ فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (85 تا 87-6) خلاصہ اوپر ذکریا اور یحیٰ اور عیسیٰ اور الیاس (علیھم السلام) یہ سب صلحاء میں سے تھے اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط (علیھم السلام) اور ان سب کو ہمنے اقوام عالم پر فضیلت دی اور انکے باپ دادوں میں سے اور انکی نسلوں سے اور انکے بھائیوں سے اور ہم نے ان سب کو منتخب کیا اور ہمنے انکو ہدایت عطا کی سیدھی راہ کی طرف (ترجمہ ختم)

جناب قارئین!

اس کلام ربی پر غور فرمائیں اس میں جملہ انبیاء علیھم السلام کیلئے چار عدد تعارفی اعزازات کا ذکر ہے ایک یہ ہے کہ یہ سارے رسول صالحین تھے رفارمر تھے۔ دوسرا اعزاز کہ ان سب کو اقوام عالم پر فضیلت دی۔ تیسرا اعزاز یہ کہ انکے آباءواجداد اور اولاد اور بھائیوں کو منتخب کیا، چوتھا یہ کہ ان سکو صراط مستقیم کی طرف ہدایت دی آپ نے غور کیا ہو گا کہ انبیاء علیھم السلام کی اس فہرست میں جناب عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ذکر ہے پھر ان جملہ انبیاء کے آباء واجداد اولاد اور بھائیوں کا بھی ذکر ہے، سو اگر امامی روایات والے علوم کے کہے مطابق نعوذ باللہ اگر عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے قانون تخلیق (13-49) کے خلاف پئدا ہوئے ہوتے اور اسکا کوئی باپ دادا نہ ہوتا تو قرآن حکیم ضرور اس اعزازات والی تعارفی فہرست میں آباء کے ذکر کے ساتھ اسکی الا عیسیٰ کے ساتھ استثنی کرتے،، قرآن حکیم مفصل کتاب ہے، قرآن نے اپنے بیان مسائل اور حقائق میں کبھی کہیں کوئی ابہام نہیں چھوڑا، غور اور تدبر کرنے والے لوگ سوچیں کہ جب لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب لانے کا قرآن حکیم نے ذکر کیا پھر اس عذاب سے جناب لوط علیہ السلام اور اسکے اہل خانہ کی نجات کا ذکر کیا کہ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ (177-170-26) یعنی ہم نے لوط علیہ السلام اور اسکے جملہ اہل خانہ کو نجات دی، سواء اس پیچھے رہ جانے والی بڑھیا کے،، قرآن کے اوپر اپنی بنائی ہوئی حدیثوں کو امامی علم روایات کو غالب حاکم اور قاضی بنانے والو! آنکھیں پھاڑ کے اس کتاب کو پڑھو تنخواہیں دینے والوں کی عینکوں کو اتار کر غور و فکر کرو اور دیکھو کہ اس کتاب میں کتنی تو باریکیں ہیں۔

عیسیٰ اور اسکی والدہ کے ساتھ ظلم

جناب موسیٰ علیہ السلام بچپنے میں دریاء سے ملا پھر بھی وہ بن باب والانہ کہلایا، جبکہ اسکی ولدیت اس وقت معلوم بھی نہیں تھی موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام بڑے ہو کر دونوں کی کنیت انکی ماں کے نام سے مشہور ہوئی تھی چہ جائیکہ انکا والد بھی عمران نامی اپنے قبیلہ کا بہت نامور سردار تھا جسکا قرآن حکیم نے بھی ذکر کیا ہے۔ ان اللہ اصطفی اٰدم ونوحا واٰل ابراھیم واٰل عمران علی العالمین (3-133) اگرچہ قرآن میں عمران کیلئے موسیٰ علیہ السلام کے باپ ہونے کا ذکر نہیں ہے لیکن یہ حقیقت تو مسلمات میں سے ہے موسیٰ اور ھارون علیہا السلام اٰل عمران میں سے تھے جسطرح کہ مریم بھی اٰل عمران میں سے ہے۔

عیسیٰ یا کسی کی بھی پیدائش بن باپ کے نہیں ہو سکتی

قرآن حکیم کی طرف سے تخلیق انسان کیلیئے ایک قائدہ اور قانون کی وضاحت فَلۡيَنظُرِ ٱلۡإِنسَٰنُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِن مَّآءٖ دَافِقٖ ۝ يَخۡرُجُ مِنۢ بَيۡنِ ٱلصُّلۡبِ وَٱلتَّرَآئِبِ (5 تا 7-86) یعنی لازم ہے کہ انسان غور کرے کہ وہ کن اجزاء سے پیدا کیا گیا ہے، پیدا کیا گیا ہے ایسے پانی سے جو جمپ کی طرح ٹپکا ہے اور وہ نکلتا ہے باپ کی پیٹھ سے اور (ماں کی) سینہ والی ہڈیوں سے۔

محترم قارئین!

اس موضوع کیلیئے بائلاجی کے علماء سے رجوع کیا جائے وہ نہایت ہی مدلل طریقہ سے آپکو فلسفہ تخلیق سمجھا سکتے ہیں کہ بغیر مرد انسان کے اکیلی عورت بچہ پیدا نہیں کر سکتی، آجکل جو ٹیوب کے ذریعے بچے پیدا کرنے کی سائنس مشہور ہوئی ہے اسمیں بھی مرد اور عورت دونوں کی منی کا ملانا لازم ہے مطلب کہ تخلیق کے عمل میں انسانی جوڑا لازم ہے اسکیلئے فرمایا کہ وَٱللَّهُ خَلَقَكُم مِّن تُرَابٖ ثُمَّ مِن نُّطۡفَةٖ ثُمَّ جَعَلَكُمۡ أَزۡوَٰجٗا (11-35) امامی علوم کی روایات نے جو مشہور کیا ہے جسکا ایک اقتباس تفسیر بیضاوی سے ہے کہ اتاھا جبریل متمثلا بصور شاب امرد سوی الخلق لستانس بکلامہ ولعلہ لیھیج شھو تھا فتحدر نطفتھا الی رحمھا۔ پھر تفسیر مدارک میں ہے کہ تمثل لھا فی صورۃ اٰدمی شاب امرد وطیئ الوجہ، جعد الشعر یعنی فرشتہ جبریل ایک خوبصورت بے ریش لڑکے کی شکل میں گنگھریالے بالوں والے نوجوان کی شکل میں مریم کے سامنے آیا اسلئے کہ اسکی شھوت کو جنبش آئے جس سے اسکا نطفہ اسکی رحم میں پہنچے جس سے حمل ہو (اللہ کی پناہ ایسی تبرائی روایات سے) جناب یہاں سوال ہے کہ کیا بیبی صاحبہ اسے فرشتہ سمجھتی تھی؟ اگر ہاں تو پھر مریم تو جانتی تھی کہ ملائک ملائک ہوتے ہیں انکی ساتھ شہوت کے ہیجان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا: اور اگر اسے ملائک سمجھنے کے بجائے انسان سمجھتی تھی تو یہ سراسر جھوٹ ہے جو مریم کسی نوجوان کو دیکھ کر شہوانی جذبات میں آجائے وہ اس دلیل سے کہ مریم کو اللہ نے طہرک علی نساء العالمین کے خطاب اور اعزاز سے نوازا ہے یعنی مریم اتنی پارسا تھی جو اسنے ایک بار خواب میں بھی اللہ کے ایک ملائک کو کامل الاعضاء انسانی شکل مین دیکھا تو دیکھتے ہی خواب کی حالت میں اسے وارننگ دی کہ خبردار اگر تجھے کوئی خوف خدا ہے تو مجھ سے ہٹ کر رہو میں آپ کے قرب سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں فَأَرۡسَلۡنَآ إِلَيۡهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرٗا سَوِيّٗا ۝ قَالَتۡ إِنِّيٓ أَعُوذُ بِٱلرَّحۡمَٰنِ مِنكَ إِن كُنتَ تَقِيّٗا (17-18-19)

جناب قارئین!

امامی علوم نے جتنے بھی قصے لکھے ہیں کہ مریم کو اسکے بیٹے عیسیٰ کا حمل جبریل کی پھونک مارنے سے ہوا ہے وہ ٹوٹل امامی جھوٹ اور امامی زٹلیات ہیں ایسی خرافات کا پوسٹ مارٹم حاضر ہے۔

نفخ روح

محترم قارئین!

پیدائش کے وقت انسان کے اندر روح کے پھونکنے کی بات قرآن حکیم نے کل پانچ عدد بار ذکر کی ہے، تین عدد عام جملہ انسانوں یعنی مردوں اور عورتوں کیلئے یکساں ذکر کی ہے اسکا احاطہ یوں سمجھا جائے کہ دنیا کے پہلے انسان پہلی عورت اور پہلے مرد سے لیکر دنیا کے فنا ہونے تک جو آخری مرد یا عورت پیدا ہونگے ان سب کیلئے اس بات کا ذکر تین بار ہوا ہے، چوتھی بار اور پانچویں بار کا ذکر تو جناب عیسیٰ علیہ السلام کے حوالہ سے ہوا ہے ان دو بار میں سے پہلی بار وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا(91-21) یعنی ہمنے مریم کے اندر جب اسنے شادی کی پھونکا اپنے روح میں سے، دوسری بار وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا (12-66) اس آیت کریمہ میں فیھا یعنی ضمیر واحد مؤنث کے بجاء فیہ واحد مذکر لایا گیا ہے اس سے دونوں بار مراد جناب عیسیٰ علیہ السلام ہیں وہ اسطرح کہ جب فیھا والا ضمیر واحد مونث بظاہر بی بی مریم کی طرف مناسب لگتا ہے لیکن بیبی صاحبہ کا اپنا روح تو اسے اسوقت مل چکا تھا جب وہ خود اپنی ماں کے پیٹ میں جنم لے چکی تھیں، اسکو یہ روح جسکا ذکر آیات (91-21) اور (12-66) میں دو مقام پر آیا ہے اسکا تعلق اسکے حمل والے بچہ کے ساتھ ہے پھر سوال ہو سکتا ہے کہ دونوں دفعہ ضمیر واحد مذکر والا لانا چاہیے تھا، اسکا جواب یہ ہے کہ پیٹ کے اندر جو بچہ مذکر ہے اسکیلئے جب روح ڈالنے کی بات واحد مؤنث کے ساتھ کی گئی تو وہ بھی درست ہے کہ روح بچہ عیسی مذکر میں اور وہ اپنی ماں کے پیٹ کے اندر، تو بچہ کے ماں کے پیٹ کے اندر ہونے کی وجہ سے ضمیر واحد مؤنث کا بھی درست استعمال کہا جائیگا اسوقت تک یہ درست ہوگا جب تک وہ اپنی ماں کے پیٹ سے باہر نہیں نکلا،، یہ ایسا استعمال باہر متولد ہونے کے بعد درست نہیں ہوگا۔

تو نفخ روح سے مراد وہ نرینہ نوع کا نطفہ نہیں ہے جس سے مؤنث کو حمل ہوتا ہے اسلئے کہ وہ حمل والا نطفہ تو مؤنث کے اندر اسکے زوج کی طرف سے آتا ہے جبکہ روح اللہ کی طرف سے ملتا ہے جو مونہ کی طرف سے داخل کیا جاتا ہے نیچے کی طرف سے نہیں۔ اس گذارش کے بعد آیت والتی احصنت فرجھا فنفجنا فیھا من روحنا سے مراد یہ ہے کہ جب مریم نے بذریعہ نکاح اور شادی کے اپنے فرج کو محفوظ و مصئون بنایا اور شوہر والی بنگئی پھر زن و شوہر کے نطفہ کے امتزاج کے بعد یہ مرحلہ آیا کہ اسکو حمل اور فنفخنا فیہ من روحنا(12-66) ہم نے مریم کے پیٹ کے اندر جو کچھ تھا اسمیں اپنا روح پھونکا یہاں روح کی معنیٰ یہ نہ سمجھی جائے کہ زن و شوہر کے نطفے جن کے لئے قرآن حکیم نے فرمایا ہے فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِن بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ (5 تا7 -86) یعنی لازم ہے کہ انسان غور کرے کہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے، وہ پیدا کیا گیا ہے اس پانی سے جو اچھل کر آنیوالا ہے مرد کی پیٹھ کی ہڈیوں کی جانب سے اور مؤنث کی سینہ کی ہڈیوں کی جانب سے۔ تخلیق کی اس سائنس کے انکشاف سے یہ فیصلہ قرآن نے ثابت کر دیا کہ مؤنث کے پیٹ کا حمل نطفہ سے ہوتا ہے روح سے نہیں ہوتا، روح تو وہ مخصوص عطیہ ہے جو خاص انسان کی خصوصی میرٹ سے تعلق رکھتا ہے جس سے وہ ولقد کرمنا بنی آدم کے مرتبہ کو پہنچا ہے انسانی روح تو ہر مؤمن و کافر کو حاصل ہوتا ہے۔ اور قرآن حکیم میں روح القدس، روح الامین، روحا من امرنا کے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں تو روح القدس اور روحا من امرنا کی معنی علم وحی ہے اور روح الامین کی معنیٰ جبریل سے، امامی علوم کے مفسرین جو لوگ قرآن کی تفسیر امامی روایات کے تابع کرتے ہیں اور وہ جو کہتے ہیں کہ مریم کے اندر جبریل نے روح کو پھونکا، انکی یہ بات عقل نقل دونوں کے خلاف ہے قرآن حکیم میں تخلیق آدم کے حوالہ سے تین بار مؤمن اور کافر جملہ انسانوں کے لئے اللہ پاک نے فرمایا کہ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي(72-38) (9-32) 29-15) یعنی ہر بار فرمایا کہ انسان میں جب میں نے اپنے روح میں سے پھونکا۔ تو ان آیات کریمہ سے جبریل کیلئے کوئی ایک بھی آدمی نہیں بچتا جسکو وہ آکر روح ڈالے، اور نفخ کا لفظ قرآن حکیم میں کئی بار آیا ہے لیکن کہیں ایک بار بھی جبریل کے ساتھ اسکا استعمال نہیں ہوا،، اور یہ بات بھی سوچنے کی ہے اور امامی علوم کے دستار بند مذہب کے ٹھیکیداروں سے سوال ہے کہ قرآن میں ابھی جو حوالہ جات آپنے ملاحظہ فرمائے کہ جمیع انسانوں میں اللہ پاک اپنے روح میں سے روح پھونکنے کی بات فرما رہا ہے جن جمیع انسانوں میں سارے کافر اور اللہ کے دشمن انبیاء علیھم السلام کے دشمن سب لوگ آجاتے ہیں ان سب

میں رب فرماتا ہے میں نے ان میں اپنے روح میں سے روح پھونکا ہے تومولوی صاحبو! آپ لوگ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے کونسے خیر خواہ ہوئے جو اسکیلئے آپ اللہ کی طرف سے اسمیں روح پھونکنے کا انکار کرکے اسے جبریل کے حوالے کررہے ہو؟۔

انسان کے اندر اللہ کے روح سے کیا مراد ہے؟

روح کی مکمل تشریح اور تعریف مستقل طور پر بہت طویل ہو گی اور یہ موضوع بہت لمبا ہو گا اس مضمون میں جو کہ مختصر امکمل کرنا ہے وہ نہیں سما سکیگا میں اسکا نہایت مختصر خلاصہ پیش کر تا ہوں وہ یہ ہے کہ روح کی معنی کا حاصل مطلب عقل اور اختیار ہے۔ اسے الوہیاتی توانائی بھی تعبیر کیا گیا اس معنی کے بھی بہت سارے حواشی اور بین السطور ہیں یہ معنی جب سمجھ میں آئے گی جب سجدہ کی معنیٰ جو قرآن نے سکھائی ہے (16-50) اسے سمجھا جائیگا جو یہ ہوئی کہ اوامر اور نواہی کی تعمیل اور امپلیمنٹ۔

احصان-الحصون-محصنات

احصان، کسی چیز کی حفاظت کرنا، یہ مصدری صیغہ کاوزن ہے۔

الحصن حفاظتی کوٹ قلعہ جسکا جمع حصون آیاہے (2-59) اور لَايُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّافِي قُرًى مُّحَصَّنَةٍ (14-59) یہ بھی قلعہ بند شہروں کی معنی میں آیاہے۔ وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُم مِّن بَأْسِكُمْ (80-21) یہاں بھی حفاظت کی معنی میں یہ صیغہ استعمال ہواہے۔ سورت النور میں جو آیاہے کہ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (33-24) خلاصہ اور اپنی ماتحت لونڈیوں نوکرانیوں، خاندانی یتیم لڑکیوں کو جو تمہاری زیر سرپرستی میں ہیں اگر وہ ارادہ کریں اپنی حفاظت کیلئے شادی کا تو آپ انپر جبر نہ کریں شادی سے روکنے کیلئے، اس لالچ پر کہ وہ ہمیشہ تمھاری نوکرانی رہ کر تمھارے دنیاوی مفادوں کا مشینی پرزہ بنی رہیں۔

اس مقام پر تحصن کا صیغہ نکاح اور شادی کی معنوں میں آیاہے سورت النساء میں جو آیاہے کہ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُم بِهِ مِن بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا (24-4) خلاصہ (اگلی آیت کریم سے محرمات عورتوں کی فہرست بتائی جارہی ہے حرمت علیکم کے حکم سے سواس آیت میں) المحصنات سے مراد وہ عورتیں ہیں جو کسی کے نکاح میں شادی شدہ ہیں انکے ساتھ بھی بغیر طلاق کے اور عدۃ گذرنے کے شادی کرنا حرام ہے سواء ان لونڈیوں کے جو آپ کے معاشرہ میں پہلے رواج کے مطابق موجود ہیں یہ ہے اللہ کا قانون جو آپکے اوپر لاگو ہے۔ ان عورتوں کے علاوہ بقیہ اقسام سب حلال ہیں لیکن ان کے لئے شرط ہے کہ انہیں نکاح کرتے وقت انکا حق مہر ادا کرینگے لیکن یہ نکاح محصنین ہو مسافحین نہ ہو محصنین کی یہاں معنی ازدواجیت کا وہ رشتہ جسمیں طلب اولاد۔ دائمی رفاقت اور طبائع کی ناموافقت سے اگر کشید گی پیدا ہو تو جدائی کی صورت میں طلاق اور طلاق کے بعد عدت اور اگر دوران ازدواجیت وفات ہو جائے تو ورثہ کے قوانین کی روشنی میں مقرر کردہ حصہ ملکیت دینا یہ سب محصنین کی معنی میں آتاہے ویسے بھی نکاح وشادی بیاہ کا مقصد صرف منی کا ضائع کرنا نہیں ہوتا، اسلیئے محصنین کے بعد فرمایا غیر مسافحین یعنی نکاح اور شادی کے مقاصد جو اوپر بیان کئے گئے انکے علاوہ عورتوں سے جو میلاپ ہوگا وہ سفح کی معنی میں ہوگا جسکی معنی ہے پانی بہانا، تو یہ زنا کے مفہوم میں بات آئیگی۔ اسکے بعد قرآن نے سفح کو ممنوع قرار دینے کے بعد پھر سے عورتوں کو نکاح میں مہر دینے کی بات کو دوبارہ لایا نئے الفاظ سے کہ فا ستمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن یعنی آپ جو اپنی بیویوں سے نفع حاصل کرتے ہو (جو وہ آپکا گھریلو کاکاج اور حفاظت کا کام دیتی ہیں) تو انکو انکی اجرت اللہ کی طرف سے فرض سمجھتے ہوئے ادا کرو یہاں بھی قرآن حکیم نے مہر ہی کو اجرت سے تعبیر فرمایاہے یہ اسلیئے نزول قرآن کے زمانہ میں عربی زبان کا اس دور کا یہ انکا محاورہ تھا ورنہ بیوی کوئی نوکرانی نہیں ہوتی جو خاوند کے گھر میں اجرت پر کام کرتی ہو" اسلیئے آگے یہ بھی فرمایا کہ میاں بیوی شادی کے بعد اگر آپس میں خوش اسلوبی سے رہیں اور بیوی اپنے مقرر کردہ مہر میں سے رقم میں کچھ رعایت کرے تو اسمیں بھی کوئی حرج نہیں ہے اسلیئے کہ قوانین خداوندی بڑی علمیت اور حکمت پر مشتمل ہیں۔

جناب قارئین!

اسکے بعد والی آیت میں وَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنكُمْ طَوْلًا أَن يَنكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ (25-4) میں محصنات سے مراد وہ کنواری عورتیں مراد ہیں جو اپنی عصمت عفت و پاکدامنی کی حفاظت کئے ہوئے ہیں۔

اس ساری تگ و دود سے مقصد محصنات کو جو امامی علوم والوں نے بی بی مریم کو خواہ مخواہ کنوارا پن کی معنی میں بند کیا ہواہے اسکی تردید ہے، قارئین کو اسکا پس منظر سمجھانا مقصود ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ بی بی مریم کے حوالہ سے آپ ابھی ابھی پڑھکر آئے کہ دوبار قرآن نے بتایا کہ احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا، یہاں غور

کرنے کی بات یہ ہے کہ شادی اور نکاح کے بغیر نفخ روح ہو نہیں سکتا، اور احصنت فرجھا کی معنی بھی شادی ہے اوپر جو ذکر ہوا کہ جمیع انسانوں عورتوں مردوں میں انکے پیدائش کے وقت ہمنے اپناروح پھونکا ہے(9-32) (29-15) یہ تو ہوا سب کا اپناروح یہ روح تو بی بی مریم میں اپنا والا پہلے ہی موجود ہے جب ہی تو وہ انسانی پیکر میں زندہ ہے، اب جو بحث ہے وہ ہے حمل والے بچہ کے دوسرے روح کی ہے، جو سواءزوج کے اس کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے، یہ ثبوت ہے اس ماجرا کا کہ ہر نوع مخلوق کی مؤنث کو اسی کے نوع مذکر سے ہی ولد پئدا ہو سکتا ہے غیر نوع کے مذکر سے مؤنث کو ولد پیدا نہیں ہو سکتا،، جیسے کہ امامی علوم والوں نے غیر نوع والے فرشتہ جبریل کی پھونک سے عیسی علیہ السلام کا متولد ہونا بنایا ہے۔

رہی یہ بات کہ ان امامی علوم کے دستار بند لوگوں کا یہ کہنا کہ اللہ کو تو طاقت ہے وہ ہر شی پر قادر ہے اگر وہ چاہے تو بن باپ کے کسی کو بیٹا دے سکتا ہے، تو انکی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ فیصلے بدلنے والے آپ جیسے لوگ ہیں۔ ہماری معلومات میں کئی مثالیں ہیں جن میں کوئی ایک مثال بھی میں یہاں ذکر نہیں کرتا کہ کہ آپکی علمی مراکز سے کئی ایسی فتوائیں جاری ہوئی ہیں جو خود آپکی اپنی پہلی فتوائوں کا رد ہیں ایسے کیوں ہوا؟ کن اسباب سے ہوا؟، اگر دفتر کھلا تو پھر سنبھل کر قدم رکھنا۔ لیکن اللہ عزوجل اپنے بارے میں اعلان فرماتے ہیں کہ مَایُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَا اَنَابِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیدِ (29-50) یعنی میں اللہ اپنے فیصلوں کو، قول کو بدلا نہیں کرتا مولوی لوگوں کا یہ کہنا کہ عیسی علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے یہ کرامت اور معجزہ سے شمار کی جائے گی یہ تو ان کا قول اللہ کیلئے گالی ہو جائیگا، وہ اسلئے کہ آیت میں رب پاک نے فرمایا کہ میں اگر اپنے قوانین بدلوں گا تو یہ بندوں پر ظلم ہو جائیگا اور میں ظالم نہیں ہوں اسکے باوجود مولوی لوگ بضد ہیں کہ ولادت عیسیٰ غیر فطری ہوئی ہے،، مزید یہ کہ قانون تخلیق کے متعلق مستقل طور پر خصوصیت کے ساتھ فرمایا کہ فِطْرَۃَ اللّٰہِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا لَا تَبْدِیلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُونَ (30-30) یعنی اللہ کا قانون پیدائش وہی ہے جسپر لوگ پیدا ہوتے ہوئے آرہے ہیں، لا تبدیل لخلق اللہ، اللہ کے قانون تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں آنی۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ

قرآن حکیم کی اس علمی تمثیل کہ اللہ کے ہاں عیسیٰ کی تخلیق ایسے ہے جسطرح آدم کی پیدائش ہے۔ اس قرآنی رہنمائی کو بھی قرآن دشمن روایت پرست گروہ نے آدم و عیسیٰ دونوں کی پیدائش کو غیر فطری اور اللہ قانون تخلیق کے مطابق نہیں مانا جو یَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ (13-49) ہے یعنی ہم نے جمیع انسانوں کو نر و مادہ کے امتزاج سے بنایا، اس قانون کو امامی علوم کے فرقوں والے باء پاس کر کے جاتے ہیں، میری یہ بات سمجھنے کیلئے امامی علوم کے ایک مغالطے کو سمجھنے اور اور اپنی معلومات کو درست کرنے کی ضرورت ہے، جو مغالطہ یہ ہے کہ علم روایات کے ذریعے یہ ڈھکوسلہ مشہور کیا گیا ہے کہ اُدم صرف پہلے پیدا ہونے والے شخص کا نام ہے۔ اور ملائکہ کو جو حکم دیا گیا کہ اُدم کو سجدہ کرو اور وہ آدم جو مسجود ملائک تھا۔ صرف وہ پہلا والا اکیلا آدمی مسجود ملائک آدم نامی تھا اور بس،، جبکہ قرآنی حقیقت یہ ہے کہ کائنات کے پہلے آدمی سے لیکر قیامت تک آخری پیدا ہونے والے انسان تک سارے کے سارے جملہ لوگ جملہ انسان آدم ہیں، اور یہ سارے آدم مسجود ملائکہ ہیں، اُدم صرف پہلے اکیلے آدمی کا نام نہیں ہے، آدم جملہ انسانوں کا نوعی نام ہے، اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کا نام آدم رکھے یا رکھتے بھی ہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ثبوت یہ ہے کہ اللہ عزو جل نے خود اپنی کتاب قرآن میں جملہ انسانوں کا اجتماعی اور نوعی نام آدم رکھا ہے،، ملاحظہ فرمائین! وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ (11-7) یعنی ہمنے پہلے آپکو تخلیق کیا، (تخلیقی مراحل کی تکمیل کے بعد) پھر ہمنے آپکی تصویر بنائی پھر روح پھونکی، پھر ہمنے ملائکہ کو کہا کہ اب اُدم کا حکم مانو، آدم کے حکم کی تعمیل کرو۔ اب ذرا تخلیقی مراحل پر نظر کریں جنکے لئے فرمایا گیا کہ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (14-23) یعنی اور ہمنے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا پھر ہمنے اسکو مضبوط ٹھیرنے کی جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا، پھر ہم نے نطفہ کو لو تھڑا بنایا، پھر اس لو تھڑے سے گوشت کا ٹکڑا بنایا پھر اس گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیاں بنائیں، پھر ان ہڈیوں کو پہنایا گوشت، (یہاں تک بات ہوئی آیت (11-7) کے جملہ ولقد خلقناکم کے تفصیل کی، پھر آگے جو فرمایا کہ ثم صورناکم اسکی بالفاظ دیگر اس (14-23) کے مقام پر تعبیر فرمائی کہ ثم انشأناہ خلقا آخر، میں نے جو آیت (11-7) کے حوالہ سے سجدہ کی معنی کی کہ اُدم کا حکم مانو،، آدم کے حکم تعمیل کرو،، اس معنی کا حوالہ قرآن سے ملاحظہ فرمائیں!

وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ، (49-50-16) یعنی آسمانوں اور زمین کی جملہ مخلوق جانوروں اور ملائکوں سمیت اللہ کو سجدہ کرتی ہیں اور وہ سجدہ کرنے سے تکبر نہیں کرتیں، اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو حاکم ہے اور اسکے جملہ احکام کی تعمیل کرتے ہیں تو سجدہ معنی ثابت ہوئی "حکم کو ماننا اور اسپر عمل کرنا۔

اُدم فرد واحد کا نام نہیں یہ جمیع انسانوں کا نوعی نام ہے

اب پھر سے آیت کریمہ وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ (7-11) پر غور فرمائیں کہ اللہ عزو جل نے اس مقام پر دوبارہ جمع کے صیغہ سے جمیع انسانوں سے خطاب فرماتے ہوئے بتایا کہ تمہاری تخلیق اور تصویر سازی کے بعد ہمنے ملائکہ کو کہا کہ اب آدم کو سجدہ کرو! غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آدم کو سجدہ کرنے کے حکم سے پہلے جو خطاب ہے کہ ہمنے آپ جملہ انسانوں کو علی الانفراد پہلے تخلیقی مراحل سے گذارا پھر تم میں سے ہر ایک کی تصویر بنائی پھر نفخ روح بھی ہوا (38-72) جس سے آپ میں کا ہر ایک شخص ایک مکمل آدم بن گیا اسکے بعد ہمنے ملائکہ کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو! اس سے یہ بات کھل کر ثابت ہوئی کہ آدم کوئی ایک پہلے پیدا ہونے والا فرد واحد نہیں ہے۔

آدم کو ملائکہ کے سجدہ کی تفہیم

جب یہ حقیقت ثابت ہوئی کہ ہر دور میں جب جب کوئی آدمی پیدا ہوتا رہتا ہے اس اس آدمی کو علی الانفراد ملائکہ سجدہ کرتے ہیں اور قیامت تک یہ سجدہ کرنے کا سلسلہ جاری رہیگا،، اور اس سجدہ کی جب یہ معنی نہیں ہے کہ یہ سجدہ مروج نماز والا سجدہ ہے، سجدہ کی اصل معنی ہے کائنات کو مسخر کرنا، تسخیر کائنات ایک ایسا عمل ہے جسے صرف اور صرف پہلے تو عقلمند ہنر مند ماہرین سائنس دان لوگ عمل میں لاتے ہیں، انکے ایسے اعمال کو ایجادوں سے تعبیر کیا جائے گا پہلے موجد نے اپنی ایجاد کا فارمولا پاس کیا تو اب اس فارمولے کی روشنی میں بعد والے انجنیئر جب جب اسکی نقل بنائینگے تو اس ایجاد شدہ چیز میں جو مٹیریل کام آئیگا اگر لوہا ہے تو اسے آگ میں پگھلانے سے اسکی جو آپ شکل بنائینگے تو اسکو آپکے لئے لوہے کا سجدہ کرنا کہا جائیگا، اگر آگ کے بجاء خراد مشنیوں سے لوہے کے پرزہ جات بنائینگے تو بھی اسے سجدہ سے تعبیر کیا جائے گا، اسطرح لکڑی، پلاسٹک ہوا، زراعتی پیداوار کی جملہ اشیاء پھر وہ بیج ہوں، اناج ہو، فروٹ ہو کپاس ہو، ایسی سب چیزین ایگری کلچر سائنس میں اگر ہم زمین اور آسمان کے بیچ کو خلا کہیں (جبکہ اس طرح کہنا بھی غلط ہے، کیونکہ سائنس نے بتایا کہ کوئی چیز خالی نہیں ہوتی، نظر میں آنیوالا خلا یہ خالی نہیں ہے یہ مادی، مائع اور گیسز کے اقسام سے بھرا ہوا ہے، ہر اسپیس مختلف الفوائد گیسوں سے بھرا ہوا ہے، ان جملہ بھری ہوئی چیزوں کو ملائکہ کی تشریح کا حصہ بھی کہنا چاہئے، سجدہ آدم کی اس مختصر تشریح سے یہ ثابت ہوا کہ ملائکہ کا آدم کو سجدہ اسکی ہنری کاریگری عمل اور ایجادوں سے منسلک ہے اگر کوئی انسان، کوئی آدم کوئی آدمی اپنی زندگی کو صرف کھانے پینے، سونے عیاشی کرنے جاگنے، گھومنے اور فضولیات تک محدود بناتا ہے اور ایجادات کے جہان سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا، انسانی تمدن اور اسکے مفادات اور ضروریات کی کفالت کیلئے کچھ نہیں کرتا اور سوچتا، تو وہ حیوان ہے ایسے انسان نما آدمی کو حیوان سمجھنا چاہیے، کیونکہ انسانی مفادات اور ضروریات کیلئے جو کوئی آدمی عمل نہیں کریگا، تو ایسے نکمے بے ہنر آدمی کو کائناتی اشیاء جو کہ ملائکہ کی بڑی مفصل تشریح کے زمرہ میں آتی ہیں وہ سجدہ کیسے کرینگی۔ اسی سجدہ آدم کی تفہیم میں یہ بات لازمی طور پر آگئی کہ قیامت تک پیدا ہونے والے جملہ انسانوں کو مسجود ملائکہ آدم کہا جائیگا، اس کلیہ کے بعد دوسرا، کلیہ کہ اے لوگو ہمنے آپکو کو نر اور مادہ کے امتزاج سے پیدا کیا۔ (13-49) اب ان حقائق کے ذیل میں آیۃ کریمہ اِنَّ مَثَلَ عِیسَی عِندَ اللّٰہِ کَمَثَلِ آدَمَ (59-3) یعنی عیسیٰ کے پیدا ہونے کی مثال اللہ کے نزدیک ایسے ہے جیسے سارے آدم سب لوگ، سارے انسان، ٹوٹل آدمی۔

اس آیت کریمہ (59-3) کی تفہیم کے بعد موضوع سے ہٹ کر بھی ایک گذارش کرتا چلوں کہ امامی علوم کی ایجاد کردہ روایات جنکو یہ لوگ احادیث رسول کے نام سے لوگوں کو منواتے ہیں جبکہ جناب رسول خاتم الانبیاعلیہ السلام وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى (3-4-53) قانون قرآن کے خلاف کوئی بھی بات نہیں فرماتے تھے، سو ان امامی علوم کے دستار بند فاضلوں نے یہ حدیث مشہور کی ہوئی ہے کہ پہلا پہلا آدم (مذکر نر) پیدا ہوا تھا اسکے بعد پھر اسکی پسلی سے اسکی بیوی حوا نامی پیدا ہوئی تھی۔

جناب قارئین

ان کی یہ حدیث کئی ساری حدیثون کی طرح بگڑے ہوئے تورات یعنی عہد نامہ عتیق سے نقل کر کے گھڑی ہوئی ہے،، جبکہ قرآن حکیم میں اللہ پاک فرماتا ہے کہ یَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً (1-4) یعنی اے انسانو! ڈرو اپنے پالنھار کے (قانون تخلیق میں تحریف کرنے سے) جس پالنھار اور رب نے آپ لوگوں کو (پہلے پہل) تو پیدا فرمایا نفس مؤنث (بقول انکے حوا سے) اسکے بعد اس مؤنث سے پیدا کیا اسکے زوج (شوہر بقول ان روایات پرستوں کے آدم کو) اور دونوں سے پھیلائے کئی مرد اور عورتیں۔

قارئین! لوگ تخلیق آدم سے متعلق اسرائیلی گھڑاوت کے تابع اس قرآن مخالف حدیث سے قیاس کریں بقیہ جملہ احادیث کو بھی۔

یہاں اخیر میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر قرآن حکیم کے بقول اگر پہلے پہل عورت ہی پیدا ہوئی ہے اور ہم قرآن کو اگر مانیں بھی سہی تو وہ قرآن حکیم کا اعلان کہ ہمنے آپکو نر و مادہ سے پیدا کیا۔ تو اس پہلی پیدا ہونے والی عورت پر یہ قانون تو لاگو نہیں ہوا، سو میں نے خود یہ مسئلہ سمجھنے کیلئے ایک بائلاجی اور زولاجی کے ماہر پروفیسر سے رجوع کیا تو اسنے اپنے سبجیکٹ کے علمی دلائل اور حوالہ جات سے مطمئن کیا اور سمجھایا کہ آج بھی اللہ کا تخلیقی عمل وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا(78-8) ہمنے آپکو جوڑا جوڑا کر کے بنایا، جاری ہے، یعنی کل یوم ھو فی شان(   ) یزید فی الخلق مایشاء(   ) اور اس کلیہ کی روشنی میں حیاتیات کے جرثوموں کے جو انواع ہیں انکی شروعاتی پہلی پراڈکشن مؤنث جرثومہ کی ہوتی ہے جسمیں تخلیق کے دوران ہی ایسی ڈبل پیداواری صلاحیت ہوتی ہے جو اسکی اپنی پیدائش کے ساتھ ساتھ اسکے اندر تولیدی مادہ کا ایسا جرثومہ ہوتا ہے جو وہ بیک وقت مؤنث کے ساتھ اسمیں مذکر کا بیج بھی ہوتا ہے لیکن ان دونوں جرثوموں کے معرض وجود میں آنے کا ابتدائی ظہور مؤنث کا ہوتا ہے اسکے بعد اسی کی طرح اسمیں پہلے سے قانون تخلیق ربی کے مطابق ودیعت کردہ مذکر جرثومہ والا بیج اپنے پراسس کے مطابق اس مؤنث کے پیٹ سے نکل آتا ہے اس بات کو اس طرح بھی سمجھا جائے کہ پیدا ہونے کی ترتیب میں تو تقدم و تاخر ہوا لیکن ابتدائی آفرینش اصل میں عورت کی ہے اور یہ عمل دائمی نہیں ہوتا یہ صرف کسی نوع مخلوق دابۃ الارض اور حشرات الارض کے جرثوموں کی شروعاتی پیدائش کے وقت ہوتا ہے جو انکے جوڑے نر و مادہ کے آجانے کے بعد وخلقنا کم ازواجا کا ظاہری اور مروج سسٹم شروع ہو جاتا ہے، مؤنث کے نطفہ میں کبھی کبھار مذکر طبیعت کے آثار آج بھی غالب آجاتے ہیں جو کئی ساری عورتوں کے جنس تبدیل کرانے کے مثال ڈاکٹری تاریخ میں موجود ہیں جسکو تیسری جنس کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے لیکن یہ تیسری جنس والے افراد بھی قانون تخلیق یعنی باپ سے پیدا ہونے والے ہوتے ہیں سو غور کیا جائے کہ جب پولٹری فارم کا چوزہ بھی بغیر نر کے پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں میں اپنی کوتاہی کا بھی اقرار کرتا چلوں کہ میں اپنے اس ماہر حیاتیات پروفیسر کی تفہیم اور لیکچر کو اسکے سمجھانے کے مطابق باقاعدہ پیش نہیں کر سکا، جسے یہ مسئلہ سمجھنا ہو تو اسے لازم ہے کہ ایسے سائنسی مسائل میرے جیسے اناڑی فاضل درس نظامی مولویوں کے بجاء کسی کنسلٹ ماہر سے جا کر سمجھے۔

قصہ پیدائش عیسیٰ میں چند اہم قرآنی الفاظ کی تفہیم

فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا،(17-19) یعنی ہمنے مریم کی طرف اپنے روح کو بھیجا جسنے تمثیل اختیار کی مکمل انسانی شکل کی اس آیت کریمہ کے دو لفظوں کے مفہوم پر متنازعہ قسم کے بحث ہوتے ہیں ایک روح دوسرا، تمثل، سو روح کی معنی تو اگلی آیت نمبر 19 نے صاف کر دی کہ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا(19-19) یعنی مریم کو خواب میں دکھائی دینے والے ربانی روح نے کہا کہ انا رسول ربک یعنی میں آپکے رب کا فرستادہ ہوں پیغام پہنچانے والا ہوں، اور سورت آل عمران کی آیت کریمہ إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ (45-3) یعنی جب کہا ملائکہ نے کہ اے مریم تحقیق اللہ آپکو بشارت دیتا ہے اپنے ایک کلمہ (فیصلہ) کی جسکا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہو گا، تو یہ ملائکہ بھی سورت مریم کی آیت(17-19) میں فارسلنا الیھا روحنا، کے روح کی معنوی تفہیم ہے، باقی رہا اسی آیت میں کئی مفسرین، ملائکہ اور مریم کی یہ گفتگو بیداری کی صورت میں قرار دیتے ہیں جبکہ لفظ تمثل جو ہے وہ اپنے مصدری خاصیت کے حوالہ سے خواب میں جو صورتحال بنتی ہے یعنی ایک چیز پہلے دندھلی غیر واضح پھر آہستہ آہستہ مکمل انسانی کامل شکل اختیار کرنا یہ خواب میں کسی چیز کو دیکھنے کی مرحلوں والی کیفیت ہے، عالم بیداری میں ایسے نہیں ہوتا وہاں یکبارگی میں ہر چیز اصل شکل میں سمجھ میں آجاتی ہے، آگے آیت نمبر (20-19) میں بشارت ملنے کے بعد ملائکہ کو بی بی مریم کے جواب کہ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا(20-19) پر بھی لوگ غور کرنے کا حق ادا نہیں کرتے جبکہ اس جواب میں بی بی صاحبہ نے صاف صاف بیٹے پیدا ہونے کی دو ہی سورتیں بتائی ہیں، ایک مس بشر نکاح سے دوسرا مس بشر (بغیا) بغیر نکاح کے اور ان دونوں صورتوں سے وہ اس وقت تک دور تھی تو ملائک کے جواب میں بچہ جننے کا حل اور پراسیس بتایا گیا، ایک حل جو بتایا کہ کذالک،، یعنی آپکو بیٹا ایسے ہو گا جسطرح جگ جہان کی عورتوں کو ماؤں کو ہوتا ہے رہا مسئلہ شادی اور مس بشر کے ذریعہ سے بیٹا پیدا ہونے کا، سو آپکے رب کا فرمان ہے کہ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ (21-19) یہ مسئلہ میرے لئے آسان ہے اسلئے نکاح اور شادی کرنے میں آپ جو ہیکل کی رسومات اور قوانین کو رکاوٹ سمجھ رہی ہیں۔ آپ تو ان بوگس قوانین سے ٹکر کھانے والی نڈر اور مقابلہ کرنے والی خاتون ہیں، آپکا حوصلہ بہت بلند ہے، جو ہم شاہدی دیتے ہیں کہ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ(12-66) مریم عمران کی بیٹی وہ ہمت والی) ہیں جو اسنے (نکاح کے ذریعہ) حفاظت کی اپنی شرمگاہ کی، (پھر جب اسکو حمل ہوا بیٹے کا) تو اس کے حمل والے بیٹے میں ہم نے اپنا روح داخل کیا (پھونکا) اور مریم کوئی ایسی ویسی نن اور راسبہ نہیں تھی، وہ تو ڈنکے کی چوٹ قوانین (ربوبیت کی تصدیق کیا کرتی تھی، اور قوانین کے کتابوں کی تصدیق کیا کرتی تھی اور وہ ہمارے فرمانبرداروں کی فہرست میں سے تھی۔

محترم قارئین!

بی بی مریم کو اولاد میں سے عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو اللہ عزوجل نے جناب زکریا علیہ السلام کے بیٹے یحیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے ساتھ سورہ آل عمران اور سورہ مریم میں ملا کر بیان کیا ہے۔ اسمیں ایک بہت ہی اہم تعلیم ہے جس تعلیم سے پیدائش عیسیٰ سے متعلق یہودی ملاؤں اور مسلم لٹریچر کے امامی ملاؤں کے مغالطوں کے جوابات ملتے ہیں ان خرافات کے خلاف جو یہودی دشمنوں نے بی بی مریم کو معاذاللہ زنا سے ناجائز طریقہ سے بن باپ کے بیٹا عیسیٰ پیدا ہونے کی گالییں دیں پھر وہ یہودی دشمنان علم وحی بھیس بدل کر کبھی عیسائی بنکر انجیل کی تعلیمات کو بگاڑا، تو کبھی مسلم امت کے امام بنکر قرآن حکیم کے قوانین کو توڑنے کیلئے جناب رسول خاتمی المرتبت کے نام سے رد قرآن والی حدیثیں انکی طرف منسوب کیں یہ حق سچ کے علم پر ظلم کا سلسلہ عالمی استحصالی عفریتوں کی سرپرستی میں ابھی تک جاری ہے۔

قانون تخلیق کے مطابق عیسیٰ کی پیدائش کا ذکر قرآن میں

جناب زکریاعلیہ السلام نے اپنے لئے بیٹے پیدا ہونے کی اللہ سے دعا کی اور بی بی مریم کو بن مانگے اللہ نے بیٹا دینے کی اس کے ساتھ بات کی۔زکریاعلیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور جب بیٹے کے پیدا ہونے کی اسے خوشخبری سنائی گئی تو اسنے تسلی کیلئے جواب میں اپنے بڑھاپے اور بیوی کے بانجھپن کا ذکر کیا کہ ایسے حال میں بیٹا کیسے پیدا ہو گا تو اسکو اسکی اہلیہ کے بانجھپن دور کرنے کے علاج کی طرف رہنمائی کر کے فرمایا کہ وَ اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ (21-90) اللہ کے اس جواب سے یہ رہنمائی ملی کہ زکریا کی بانجھ بیوی ہو یا مریم جس کا ابھی نکاح نہیں ہوا تھا ان دونوں کو بیٹا تو ملے گا لیکن وہ اسباب کے دائمی ابدی اصولوں کے ماتحت ملیگا زکریا کی بیوی کا علاج ہو گا تو مریم کو قانون تخلیق نر و مادہ کے امتزاج والے (13-49) سسٹم کی روشنی میں شادی کرنی پڑیگی، پھر اس سسٹم کی طرف زکریا اور مریم دونوں کو رہنمائی دینا وہ بھی ایک ہی لفظ سے زکریا نے اپنے ہاں بیٹا ہونے کو مشکل سمجھ کر بیماریوں کے عذر پیش کئے تو جواب ملا کہ کذالک یعنی جس طرح جگ جہان کے لوگ اپنی بیماریوں کا علاج کروا کر تندرست ہوتے ہیں اسطرح آپ بھی اسباب کی طرف توجہ دیں، پھر جب بی بی مریم کو جب بیٹا دینے کی خوشخبری سنائی گئی تو اس نے بھی کہا کہ مجھے بیٹا کیسے ہو گا میں تو غیر شادی شدہ ہوں، تو اسے بھی جواب میں فرمایا گیا کہ کذالک، یعنی آپکو بھی بیٹا اسطرح پیدا ہو گا جسطرح جگ جہان کی عورتیں نکاح کرتی ہیں پھر انکو شوہروں سے انہیں اولاد ہوتی ہے۔اب امامی علوم کے دستار بند لوگوں نے کذالک والے جواب سے اگر بی بی مریم کے قصہ میں معنی چھو منتر یعنی بغیر شوہر کے جبریل کی پھونک سے بیٹا ہونے کی معنی کی ہے تو کذالک کا لفظ جو زکریاعلیہ السلام کے سوال کے جواب میں آیا ہے تو وہاں اسکی معنی کیا ہو گی؟ اگر کسی امامی عالم کی آنکھوں میں پانی نہ ہو اور وہ یہ فرمائے کہ جناب زکریاعلیہ السلام کی بیوی کو بھی بغیر اسباب کے صرف دعا سے بیٹا یحیٰ علیہ السلام ملا ہے تو اسکی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ پھر سورت انبیاء میں اللہ نے جناب زکریاعلیہ السلام کی بیوی کیلئے یہ کیوں فرمایا کہ وَ اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ (21-90) یعنی ہمنے زکریاعلیہ السلام کی بیوی کے بانجھ پن کا (بذریعہ علاج) اصلاح کر دیا۔

سورۃ آل عمران کی آیت 47 میں بی بی مریم کو جب بیٹے کی خوشخبری سنائی گئی اسنے اسے محال سمجھتے ہوئے کہا کہ مجھے جب کسی بنی بشر نے چھوا تک بھی نہیں تو بیٹا کیسے ہو گا جواب میں اللہ نے فرمایا کہ کذالک اللہ یخلق ما یشاء جواب میں اس جملہ کا اضافہ کر کے اللہ نے قانون تخلیق کی طرف اشارہ کیا کہ آپکو بیٹا اس قانون کی تعمیل سے ملیگا، اور وہ قانون تو آپ نے پڑھا کہ مذکر و مؤنث کے جوڑے کے امتزاج سے اولاد پیدا ہوتی ہے (13-49) اس موقعہ پر لفظ کذالک کے بعد قانون تخلیق کے حوالہ کو ملا کر جواب دینے سے کذالک کی معنی کا بھی تعین ہو گیا، کذالک کی معنی ہوئی قانون تخلیق کے مطابق، یعنی جس طرح اوروں کو اولاد ملتی ہے آپکو بھی اسیطرح ملے گی، یہی سوال سورت مریم میں جب جناب زکریاعلیہ السلام نے کیا کہ میری بیوی بانجھ میں بوڑھا ہمیں کسطرح بیٹا ہو گا؟ تو اسے بھی جن الفاظ میں قانون تخلیق کی طرف متوجہ کیا گیا تو وہ الفاظ یہ تھے یہاں بھی پہلے لفظ کذالک فرمایا گیا اسکے بعد فرمایا کہ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِن قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا (19-9) یعنی میں نے آپکو جب پیدا کیا تو آپ اس سے پہلے کچھ بھی نہیں تھے تو آپکی پیدائش جس زن و شوہر والے سسٹم سے ہوئی ہے آپکے بیٹے کی پیدائش بھی اس طرح ہو گی۔

محترم قارئین

کئی امامی علوم والے مفسرین قرآن میں جناب یحیٰ علیہ اسلام کی پیدائش کا قصہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے تفاصیل کے ساتھ ملا کر قدر مشترک والی رہنمائی پر بہت کم ہی لکھتے ہیں، اسلئے اب اس مقام پر بھی جناب زکریاعلیہ السلام کو جو جواب دیا گیا ہے کہ آپکو جو بیٹا ہم عطا کر رہے ہیں آپ اسپر کیوں تشویش کرتے ہیں کہ وہ کس طرح ملے گا، کیا آپ اپنی خود کی پیدائش کی طرف توجہ نہیں کرتے؟ جو ہم نے آپکو عدم سے وجود میں لایا ہے اپنے قانون تخلیق سے، یعنی آپکو بیٹا دینے کیلئے

بھی وہی قانون لاگو ہوگا، رہا بانجھ پن کا عارضہ اور آپکا بڑھاپا تو واصلحنالہ زوجہ سے اللہ جل جلالہ نے علاج معالجہ کی بات کر دی، جس سے معاملہ کو کراماتی اور معجزاتی بنانے کا دروازہ بند ہو گیا۔

مزید اس جڑوان قصہ میں ایک ہی سورت مریم کی آیت (9-19) میں جب زکریا علیہ السلام اپنے اور اپنی بیوی کے طبعی عارضوں کی وجہ سے کہتے ہیں کہ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ (8-19) اے میرے رب ہمارے ان حالات میں مجھے لڑکا کیسے ملے گا تو اللہ پاک نے جواب میں فرمایا کہ ھو علی ھین، یہ کام تو میرے لئے آسان ہے پھر اس آسانی کا بھی مفہوم اور طور طریقہ ایک تو اگلے جملہ ھو علی ھین کے بعد قانون تخلیق کا ذکر کیا کہ جس طرح میں نے خود آپکو پیدا کیا (یاد رکھا جائے کہ زکریا علیہ السلام بن باپ کے پیدا نہیں ہوئے تھے) یعنی بشمول زکریا علیہ السلام کے جملہ انسانی کائناتی کھیتی نسلوں کی پیدائش کو قانون تخلیق کے جملہ سے پہلے ھو علی ھین سے یہ اشکال سمجھانا کہ بچہ دینا یہ کونسا مشکل مسئلہ ہے یہ تو میں اپنے قانون سے ہر روز ہر گھڑی سلسلہ توالد کو چلا رہا ہوں رہا معاملہ طبعی عارضوں کا تو اسکیلئے بھی اصلاح کی ہسپتالوں کا سلسلہ قائم ہے (90-21) میں اس جملہ ھو علی ھین کو بار بار اسلئے دہرا رہا ہوں جو یہی جملہ جب بی بی مریم کے بعینیہ اسی سوال کہ انی یکون لی غلام۔ سوال کے الفاظ زکریا علیہ السلام کی جانب بھی یہی ہیں جواب میں پھر جب بی بی مریم کو بھی بعینہ وہی الفاظ بتائے گے جو زکریا کو جواب دیا گیا کہ ھو علی ھین (21-19) اس جوابی جملہ کی معنی امامی علوم کی مافیا والے لکھتے ہیں کہ اے مریم آپکو بغیر شوہر کے بیٹا دینا میرے لئے آسان ہے یہ کام میرے لئے مشکل نہیں ہے، دنیا کے علم و عقل والوں کو استدعا کرتا ہوں کہ اسی جملہ ھو علی ھین کو قصہ زکریا میں لایا گیا ہے تو وہاں جواب میں قانون تخلیق اور طبعی عارضوں سے علاج کا ذکر کیا گیا ہے اور جب بی بی مریم کے اس جیسے ہی سوال کہ انی یکون لی غلام کا جواب بھی دونوں کو دیتے جانے والے جملہ ھو علی ھین سے دیا جاتا ہے تو بی بی مریم کے جواب میں اسکی معنی کراماتی معجزاتی بغیر شوہر سے نکاح کرنے کے چھو منتر والی کی جاتی ہے اور جبریل کی پھونک کا افسانہ گھڑا جاتا ہے!! قرآن حکیم کی علمی عدالت امامی علوم کی مافیائی تعبیرات کے سارے ڈھکوسلوں کا رد کرتی ہے، ویسے اگر دنیا والے ہمت کریں اور اپنی علمی درسگاہوں اور فکری اداروں کو قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (108-12) جناب رسول علیہ السلام کے اس اعلان کہ میں اور میرے پیروکار بصیرت والے علم و عقل کی باتوں کی دعوت دیا کرینگے اس اعلان کے مطابق مدارس اور یونیورسٹیوں کے نصاب تعلیم کو علم و عقل کے تابع کر کے کراماتی خانقاہی امامی علوم کا صفایا کر کے وما انا من المشرکین کی تقاضا پر عمل کریں تو ہماری نسلوں کو ذہنی غلامی سے نجات مل سکتی ہے ورنہ دنیا والے لوگ انتظار کریں اس گھڑی کا جب یہ دولتمند مافیا والے اپنے کرائے کے عبا و قبا پوش دانشوروں سے جو ہمیں جاہل بنا رہے ہیں ان سب کیلئے جب انقلاب قیامت کے وقت حکم دیا جائے گا کہ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ (31-69) یعنی انکو پکڑ کر دوزخ میں ڈالو (میں یہاں لفظ صلوہ کی امامی علوم والوں کی صلوۃ بمعنی نماز نہیں کر رہا کہ انکو دوزخ میں نمازیں پڑھاؤ) بہر حال یہ حکم عالمی استحصالی سرمایہ داروں اور انکے دانشوروں کیلئے ہے جو وہ وہاں اپنے لئے جب دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم سنیں گے تو کہیں گے کہ افسوس جو مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ (28-69) میری دولت تو مجھے کسی کام نہ آئی۔ اور جو دنیا میں اقتدار والے تھے یا کرایہ کے اہل علم دانشورون کے وہ جھوٹے کراماتی علمی فلسفے جنکے بل بوتے پر وہ علمی دنیا پر چھائے ہوئے تھے میں کہینگے کہ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ (29-69) میرے اقتدار کا دبدبہ یا میری علمی دلائل کا غلبہ اور دھاک آج تو خس وخاشاک ہو گئی بربادی ہو گئی۔

جناب یحیٰ علیہ السلام کے قرآنی تعارف کا ایک جملہ: وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا(12-19)

یعنی ہم نے یحیٰ کو بچپنے کی عمر میں ایسی ذہانت عطا کی جو وہ لوگوں کے الجھے ہوئے معاملات کے فیصلے کرنے کی صلاحیت والا بن گیا جناب عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن سے تعارف) ولادت سے پہلے إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ (3-45)

تعارفی کلمات یہ ہیں، دنیا میں عیسیٰ کی نبوت و آمد اللہ کے فیصلوں میں سے ایک فیصلہ ہے۔ اسکا نام مسیح عیسیٰ ہو گا، کنیت ابن مریم ہو گی، تحریف شدہ انجیل اور عیسائی لٹریچر نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کی دنیاوی زندگی ایک دربدر اور سوائیوں والی زندگی لکھی ہے۔

انکی تردید میں قرآن نے فرمایا کہ وہ دنیا اور آخرت میں وجیہ اور مقربین میں سے ہو گا اور لوگوں کے ساتھ مہد (جھولے) یعنی بچپنے اور جوانی کی عمر میں مسائل حیات سے متعلق کھری کھری باتیں کریگا، اور صالحین میں سے ہو گا، اس آیت کریمہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے تعارف میں جھولے کی عمر میں لوگوں کے مسائل پر بولنا، اور جناب یحیٰ السلام کی تعارفی خصوصیت کہ وہ بھی صبی یعنی بچپنے میں فیصلوں کو سمجھنے اور کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا یہ مماثلت اسلئے کی گئی کہ مافیائی علموں والے اگر عیسیٰ کے بارے میں مہد جھولے کی عمر کو محاورہ والی عمر کا نوخیز جوان سمجھنے کے بجاء سال چھ ماہ کا بچہ سمجھتے ہیں تو ہم نے جب یحیٰ کی عمر کیلئے صبی کا لفظ استعمال کیا ہے تو پھر یحیٰ کو عیسیٰ کی طرح کیوں سال ڈیڑھ سال کی عمر والا نبی نہیں کہتے؟ جبکہ جیسا صبی یحیٰ ایسا عیسیٰ۔ اصل میں صبی تو بجاء لغوی معنی کے محاورے، کے طور پر نوخیز جوانی کیلئے استعمال کیا گیا ہے، اسکی کوئی کراماتی معنی نہیں ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے تعارف میں مہد جھولے کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور وہ یحیٰ کے تعارف میں نہیں ہے وہ بھی اسلئے کہ اللہ کے علم میں تھا کہ آئندہ چلکر عیسیٰ کے مخالف مذہبی ٹھیکیدار عیسیٰ کے بارے میں کہینگے کہ ہمارے مقابلہ میں یہ تو کل کا جھولے میں جھولنے والا بچہ ہے اس کے ساتھ ہم کیوں بات کریں،، اس لئے اللہ نے بھی آپکے محاوروں کی بات کو نقل کیا ہے (63-51) ورنہ عیسیٰ اور یحیٰ کا لفظ صبی سے تعارف تو یکساں ہے، عیسیٰ کا صبی کی عمر میں بولنا معجزہ ٹھہرے اور یحیٰ کا نہیں تو یہ ان کا کیسا انصاف ہوا،، اسکے باوجود امامی علوم کے علماء لوگ اٰیت قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَن كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا (29-19) میں لفظ کان کی معنی زمانہ حال کی کرتے ہیں جبکہ یہودیوں کے پنڈت پادری لوگ عیسیٰ کے بارے میں یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ یہ موجودہ وقت میں جھولے میں ہے یہ لوگ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم عیسیٰ کے ساتھ کیوں بات کریں جبکہ یہ ہمارے مقابلہ میں کل ہی کی تو بات ہے جو ہمارے سامنے یہ جھولے میں جھولتا تھا، مطلب کہ اس آیت میں جھولے اور مہد کی بات زمانہ ماضی سے تعلق رکھتی ہے حال سے نہیں سو کان صیغہ پر غور کیا جائے، رہی بات لفظ صبی (بچہ) کی تو اسمین جیسا یحیٰ ویسا عیسیٰ۔

وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا(19-20)

بی بی مریم کا ملائکہ سے بیٹے کے ملنے کی خوشخبری کے بعد یہ استفسار اور سوال کہ مجھے کسی بشر نے بھی نکاح کے ذریعے نہیں چھوا اور نہ ہی میں بدکار ہوں، اس جواب سے معجزہ پسند لوگ لم یمسنی کی معنی ماضی اور مستقبل دونوں زمانوں کی لیتے ہیں جو کہ غلط ہے، یہاں صرف ماضی میں مس بشر کا رد اور انکار ہے، پھر جناب مریم کا یہ کہنا کہ میں کوئی بغیا، آوارہ بدکار عورت نہیں ہوں، اس جواب سے مریم کی طبعی رضا، مقابل پہلو کیلئے یعنی مستقبل میں مس بشر کے لئے جائز فطری نکاح اور شادی والے طریقہ اور سسٹم کو تسلیم کرنے اور قبول کرنے کا عندیہ مل جاتا ہے،، انکار نہیں ملتا۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا (76-2)

ہم نے پیدا کیا انسان کو ملے جلے نطفے سے،، اب اس آیت کریمہ کے ساتھ تصریف آیات کی ہدایت کے مطابق اِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَاُنثَىٰ (13-49) کو ملا کر غور کریں سورۃ حجرات میں فرمایا کہ مذکر اور مؤنث کے میلاپ سے ہمنے انسان کو بنایا اور یہاں سورۃ الدہر میں فرمایا کہ ہم ملے جلے نطفہ کے مکسچر سے انسان کی تخلیق کرتے ہیں، اب کوئی بتائے کہ اگر بی بی مریم کے رحم میں مردانہ تخم کا نطفہ نہ ملایا گیا ہوتا تو اس آیت کریمہ میں جو تخلیق انسان کیلئے امشاج کا عمل بتایا گیا ہے اس کے مردانہ نطفے کے ساتھ خلط ملط ہونے کے بغیر تخلیق انسانی نامکمل رہ جاتی ہے نیز اس طرح سے تو اللہ کے قانون تخلیق میں تبدیلی بھی آجاتی ہے (13-49) جو کہ محال ہے (30-30) اب اس آیت کریمہ (من نطفۃ امشاخ) (2-76) سے ثابت ہو گیا ہے کہ بی بی مریم نے شادی کی ہے اور جناب عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا نہیں ہوئے، اور ماں باپ دونوں کے نطفوں سے جو امشاج کا خلط ملط والا پراسیس ہے وہ عمل میں آیا ہے جب ہی تو وہ پیدا ہوئے ہیں جس طرح سارے انسانوں کی بات قرآن نے بتائی،، اگر مافیائی امامی علوم والوں کے بقول جناب عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے ہوتے تو یقیناً اللہ عزوجل اس قانون تخلیق کہ من نطفۃ امشاج کے جملہ کے بعد الا عیسیٰ کی استشنیٰ ضرور لگاتے اور آیت یاایھاالناس اناخلقنا کم من ذکر وانثیٰ کے اعلان کے ساتھ اسکے فوراً بعد بھی الا عیسیٰ کی استثنیٰ ضرور لگاتے اسلئے کہ قرآن کسی بھی اہم بات کو کبھی بھی نہیں بھولے۔

بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ اللہ پاک نے پھر جناب عیسیٰ علیہ السلام کے تذکروں میں تقریبا ہر موقعہ پر اسکی کہانی میں طفولیت والی عمر کے مہد کا ذکر اور صبی لفظ سے تعارف، ابن مریم کی کنیت سے تعارف، پھر کہولت والی عمر میں لوگون سے کلام کا ذکر اور رفع کا یہ ایسا تو تعارف کرایا ہے جس سے بجا طور پر لوگوں کو اسکی غیر فطری پیدائش اور بچپنے میں نبوت کے ملنے پھر آسمان پر اٹھائے جانے پھر وہاں سے نیچے آنے کے جملہ قصوں کو سہارے مل جاتے ہین تو اللہ پاک نے انکو یہ مواقع کیوں دئے؟۔

محترم قارئین!

قرآن حکیم کی تعبیرات پر اصل میں امامی علوم اور اسرائیلی اکاذیب نے بڑے ظلم ڈھائے ہیں ورنہ اوپر کے سوال میں پوچھے گئے عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ سے متعلق محاورہ جاتی الفاظ یا مہد، صبی، کہولت اور انی رافعک الی یہ سب ایسے تو الفاظ ہیں جو اصل میں انکے اندر گہرائی سے اگر غور کیا جائے تو حقیقت میں انکی معانی سمجھنے کے بعد عیسیٰ کے ابن اللہ، اللہ کے بیٹے ہونے کی نفی ہوتی ہے عیسیٰ کے خود خدا ہونے کی نفی ہوتی ہے جبکہ قرآن حکیم کا یہ مقصود اور غرض بھی بہت ہی بڑی ضرورت والا ہے کہ عیسیٰ کو جسے لوگ اسکی ماں پر گالیان دین کہ یہ ناجائز تعلقات سے پیدا ہوا ہے اسکے رد میں خاص عیسیٰ کیلئے یہ کہنا کہ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ (3-45) مطلب کہ یہودیوں نے عداوت اور بغض میں جو تصورات عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف پھیلائے اور عیسائیوں نے جاہلانہ عقیدت میں آکر اسے ابن اللہ اور آسمان پر رہنے والا قرار دیا پھر مسلم امت نے قرآن سے ہٹ کر جو اسرئیلیات اور فارسی امامیات کے مکسچر کو اپنا مذہب بنایا تو ان سب کے لئے جناب عیسیٰ کا تعارف اسطرح کا لازم ہوا جو آپ قرآن میں دیکھتے ہیں کہ جس آدمی کی پیدائش اور آدمیوں کی پیدائش کی طرح ہو، پھر اسپر عام آدمیوں کی طرح مہد کا دور آئے اسکے بعد وہ کہولت کی عہد کو پہنچے وہ اللہ کیسے ہو سکتا ہے۔

نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ اَفَرَاَيْتُم مَّا تُمْنُونَ اَاَنتُمْ تَخْلُقُونَهُ اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ (57-تا59-56) ان آیات کریمہ پر غور فرمائین کہ اللہ عزوجل منکرین بعث بعد الموت کو خطاب فرماتے ہوئے اپنے قانون تخلیق کی وضاحت فرما رہا ہے کہ کیا تم لوگ یہ حقیقت نہیں دیکھ رہے ہو کہ جب تم (مؤنث میں) نطفہ ڈالتے ہو، پھر اسکی تخلیقی تکمیل تم کرتے ہو یا ہم؟

جناب قارئین!

اللہ نے ان آیات کریمہ میں جو تخلیق انسان کیلئے مرد کے نطفہ کو عورت کے رحم میں پہنچانا لازمی قرار دیا تو کوئی بتائے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت اللہ کے اس دائمی اور ابدی قانون تخلیق کے منسوخ ہونے یا عیسیٰ کی تخلیق کے ملتوی ہونے یا مرفوع ہونے یا مستثنیٰ ہونے کا ان لوگوں کے پاس کیا دلیل ہے؟ جو لوگ یہودیوں کے اتباع میں جناب عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ کے پیدا ہونے کی گالی دے رہے ہیں اور بی بی مریم کو بغیر نکاح والے شوہر سے بیٹا جننے کی گالی دے رہے ہیں، اگر یہ تو ہم پرست پجاری ذہنیت والے مسلم لوگ بن باپ کے کسی کے پیدا ہونے کو کرامت اور معجزہ قرار دیتے ہیں تو پھر مذکورہ آیات میں عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی استثنیٰ بھی تو دکھائیں، کیونکہ قرآن تو نہایت مفصل کتاب ہے۔(1-11) سو اللہ سے ایسی اہم استثنیٰ اور وضاحت کیونکر رہ گئی۔

أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ (36 تا38-75) ان آیات کریمہ میں بھی انسان کے قانون تخلیق کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ کیا انسان نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ اسے ایسے ہی بے مقصد چھوڑ دیا جائے گا،(اسے خبر نہیں ہے کہ اسکی اصلیت تو یہ تھی کہ) وہ ایک ایسا نطفہ تھا جو (رحم مادر میں ڈالا گیا) پھر اسے لوتھڑے کے مرحلہ میں لاکر درست کیا گیا۔

ہم درس نظامی کے دستار بند علامہ اور مولویوں سے باادب سوال کرتے ہیں کہ کیا آپ اس آیت کریمہ میں بتائے ہوئے تخلیقی قانون میں پیدائش عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی استثنیٰ دکھا سکتے ہیں؟ کہ اسکی پیدائش اس آیت کریمہ میں بتائے ہوئے قانون سے ماورا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ (12 تا14-23)

جناب قارئین!

ان اٰیات مکرمہ میں بھی تخلیق انسان کے قانون کی تفصیل بتائی گئی ہے اور آیت تیرہ میں بتایا گیا ہے کہ ہمنے اس انسان کو اسکی ابتدائی آفرینش میں ایسا تو نطفہ بنایا جو ایک محفوظ جگہ میں (رحم مادر میں) قرار پذیر ہوا، کیا کوئی فاضل درس نظامی مولوی صاحب اس آیت کریمہ میں بتائے ہوئے تخلیق انسان کے قانون سے جناب عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو بغیر نطفہ نرینہ کے ثابت کر کے ایسا کہیں ثبوت دکھا سکتا ہے؟ یا اس قانون سے تخلیق عیسیٰ کی استثنیٰ دکھا سکتا ہے۔

جو لوگ بزعم خویش مفسر قرآن اور خبر نہیں کن کن علمی القاب کے دعویدار ہیں انکا یہ فرمان ہے کہ بی بی مریم کو جو عیسیٰ علیہ السلام کا حمل ہوا ہے وہ اسے جبریل کی پھونک سے ہوا ہے۔

جناب قارئین!

مجھے تو ان نام نہاد اماموں اور علاموں کی عبارتیں نقل کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے اوپر آپ نے ایک حوالہ تو بیضاوی کا پڑھا، اب دوسرا حوالہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا اسکی کتاب تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء،، اردو ترجمہ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی، شایع کردہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ کا ملاحظہ فرمائیں کتاب کے صفحہ نمبر 140 پر لکھتے ہیں کہ پھر حضرت مریم کو اس جگہ روحانی قوتوں کے ساری و جاری ہونے کے زمانے میں ماہواری کے دن آئے جب ان سے پاک ہوئیں تو لوگوں سے دور ایک الگ مکان میں غسل کرنے کے لئے گئیں اور پردہ ڈال کر کپڑے اتارے اللہ تعالیٰ نے انکی طرف ایک کامل خلقت جوان کی صورت میں جبریل کو بھیجا جو جوانی اور خوبصورتی سے بھرا ہوا تھا حضرت مریم نے ان کو دیکھا اور خود بھی جوان اور قوی مزاج والی تھیں، ان کو اپنے نفس پر فساد کا ڈر لاحق ہوا اور دل

سے اللہ کے حضور میں دعا کی کہ انکی عصمت پر کوئی حرف نہ آئے پھر انکو ایک عجیب حالت پیش آئی طبیعت میں قوائے نسلیہ کا ہیجان ہوا اور اس سے وہ لذت کی کیفیت پیدا ہوئی جو جماع کے وقت ہوتی ہے، جیسے کبھی کسی کو دیکھنے سے انزال ہو جاتا ہے۔

جناب قارئین

اس صفحہ کی آخری سطر ہے کہ حضرت جبریل نے جب انکو اس حال میں دیکھا، تو ان کے ستر میں پھونک ماری، اس پھونک سے ان میں تاثر ہوا اور ان کو انزال ہو گیا حضرت مریم کے نطفہ میں مرد کے نطفے جیسی قوت تھی اس لیے وہ حاملہ ہو گئیں، (اقتباس کو یہاں تک ختم کرتے ہیں) اب پڑھنے والے اپنی سوچ، غور و فکر سے کام لیتے ہوئے اوپر قرآن حکیم سے قانون تخلیق کے کئی سارے قواعد جو مکمل حوالہ جات سے میں عرض کر چکا ہوں ان پر بھی غور فرمائیں بشمول شاہ ولی کی خرافات کے اور فارس کے اماموں کی فلاسفی پر بھی غور فرمائیں اپنا مونہ اپنا طمانچہ یا اپنا سر اپنا جوتا، کوئی بتائے کہ میں شاہ ولی اللہ کو جاہل کیسے لکھوں یہ فارس کا فرستادہ علامہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ نفخ روح یعنی پھونک انسان کے اندر مونہ کی طرف سے پھونکی جاتی ہے اس نے جو لکھا ہے کہ جبریل نے بی بی مریم کو ستر کی جانب سے پھونکی، ستر کی جانب سے تو عورت کی رحم (بچہ دانی) ہوتی ہے اور رحم کا مونہ نیچے ہوتا ہے اور رحم محل ہے نطفہ کا ہے روح لطیف ہے اور نطفہ غلیظ ہے نطفہ کا محل رحم اسلئے ہے کہ وہاں عورت اور مرد کے نطفہ کا امشاج والا پراسیس رو بعمل ہو کر ہی بچہ وجود پائے گا، انسان کے حیوانی پہلو کے لئے نر و مادہ کے نطفہ کا امتزاج ضروری ہے، شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنے فلسفہ میں گویا کہ الگ سے نرینہ نطفے کا انکار لکھا ہے جو کہ اللہ کے قانون تخلیق (13-49) کے خلاف ہے۔

بی بی مریم کے قول فاشارت الیہ کے بعد یہودی مولویوں کو عیسیٰ علیہ السلام کا جواب قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا (30-19) حقیقت میں جن یہودیوں نے بی بی مریم پر زنا کی تہمت لگائی تھی تو وہ بھی گالی دیتے وقت عیسیٰ کو بن باپ کے بے پدر نہیں کہہ رہے تھے، انکی تہمت اور گالی جب گالی بنتی ہے اور جب تہمت بنتی ہے جب عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت انا خلقنا کم من ذکر و انثیٰ کے پراسیس کے مطابق ہوئی ہوتی۔ اگر ولادت عیسیٰ لم یمسسی بشر کے باوجود ہوئی ہے یعنی مریم کو شادی کرنے کے سواء بغیر کسی مرد سے میلاپ کے اسے بچہ پیدا ہوا تھا، تو پھر یہودیوں کی گالی بی بی صاحبہ کے کھاتے میں نہیں ہو سکتی۔

اور یہودیوں کا بی بی صاحبہ کو گالی دیتے وقت یہ کہنا کہ وماکانت امک بغیا یعنی تیری ماں تو ایسی غیر قانونی نکاح اور شادی کرنے والی باغیہ نہیں تھی، اس جملہ میں بھی گالی دینے والے یہودی لوگ بی بی مریم کو علانیہ کہہ رہے تھے کہ تجھے یہ بیٹا بن باپ کے پیدا نہیں ہوا، یعنی یہودی لوگ گالی دیتے وقت یہ یقین رکھتے تھے کہ مریم نے ضرور شادی کی ہے اور وہ عیسیٰ کے باپ سے پیدا ہونے کا تو یقین رکھتے تھے لیکن وہ اسے اپنے ہاں مروج قوانین شادی بیاہ کے خلاف تصور کرتے تھے جبکہ جو میلاپ بی بی مریم کا اپنے شوہر سے اپنے مذکر انسان خاوند سے ہوا تھا وہ اللہ کے قانون کے عین مطابق اور موافق ہوا تھا۔

میں نے جو یہاں یہ عرض کیا ہے کہ بی بی صاحبہ نے اپنے شوہر سے اللہ کے قانون ازدواجیت کے مطابق شادی کی ہے اسکا ثبوت تو وہیں اسی موقعہ پر گالی دینے والے یہودی ملاؤں کی بکو اس کا جواب بی بی صاحبہ نے فاشارت الیہ سے خود اپنے فرزند جو اس وقت تک وہ نبی بھی بن چکا تھا اس سے دلایا اور وہ جواب یہ تھا کہ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا (30-19) یعنی خود کو بڑا اچھنے خان کہنے والے فریسیو! بک بک مت کرو میری ماں کا نکاح میرے والد سے جائز اور اللہ کے قانون کے مطابق ہوا ہے، میری ماں کو تمہارے خود ساختہ خلاف علم وحی کے جھوٹے قوانین سے ٹکر کھانے اور انکو رد کرنے کے جرم میں اسے بغیر جائز نکاح کرنے والی کہنے والو! شرم کرو حیا کرو کہ تم یہ خرافات کس کے سامنے بک رہے ہو تمہیں پتہ نہیں ہے کہ مجھے اللہ نے نبوت عطا فرما کر صاحب کتاب بھی بنا دیا ہے، اب جائز و ناجائز حلال و حرام کیلئے تمہاری فتوے بازی کے دن بیت گئے، تمہاری یہ مجال کہ میرے سامنے تم میری ماں کے نکاح و شادی کو غلط ٹھرا رہے ہو!! میری ماں کی شادی و نکاح پر تمہارے ہیکل اور چرچ کی فتوائوں کو میں ردی کی ٹوکری کے لائق قرار دیتے ہوئے اعلان کرتا ہوں کہ میں صاحب شریعت نبی بننے کے بعد اللہ کی جانب سے مأمور ہوں کہ وبرا بوالدتی (۳۳-19) میں اپنی والدہ سے اسکے شان و مرتبت کے مطابق اسکے ساتھ شاندار سلوک کی تقاضاؤوں کو قائم رکھوں۔ میری مقدس اور

پارساماں کو لقد جئت شیئا فریا، کا بہتان لگانے والے مکار فریسیو! تمہاری پارسائی کی پگڑیوں کو علم وحی نے تار تار کرکے دنیاوالوں کو بتادیا ہے کہ تم خانقاسیت کے جبہ پوش خلق خدا پر جبر کرنے والے تخت شاہی کے بدبخت قسم کے ایجنٹ اور دلال ہو، اور تمہارے مقابلہ میں اللہ نے مجھے یہ اعزاز دیا ہے کہ وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا (19-32) نہ مجھے جابر بنایا ہے نہ ہی تم جیسا بدبخت!! اللہ نے یہ اعزاز صرف اکیلے مجھ کو نہیں دیا، لیکن تمہاری بکواسوں کو تمہارے مونہ پر مارنے کیلئے میری ماں کی پارسائی ثابت کرنے کیلئے مہبط وحی سے بھی اعلان کرایااور زبان وحی سے شاہدی دلائی کہ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ (66-12) یعنی عمران کی بیٹی مریم نے اپنی عصمت کو نکاح اور شادی کے ذریعے محفوظ رکھا پھر اسے جو اپنے شوہر سے حمل ہوا تو ہمنے اس حمل والے بچے میں اپناروح پھونکا، تو اے بدبخت فریسیو! تم لوگ میری ماں کے اس نکاح اور شادی کو اپنے خودساختہ قوانین کے خلاف قرار دے رہے ہو! حیا کرو! مریم تو وہ بے باک اور نڈر جرتمند عورت ہے جسنے صدقت بکلمات ربھا وکتبہ تمہارے فرسودہ قوانین ازدواجیت، جن میں عورتوں کی تذلیل اور تحقعر ہوتی تھی، تمہارے قوانین میں عورتوں کو بے بس اور بے اختیار بنایا ہوا تھا، جو جسطرح مرد لوگ عورتوں کی قسمت کے فیصلے کیا کریں تو ان سے کوئی پوچھنے والا ہی نہ ہو۔ سو مریم نے تمہاری قوانین پر اجاری داری کو پاش پاش کرکے جو اپنی پسند اور اختیار سے شادی کی تھی اسکیلئے اسکا میں اللہ گواہ ہوں کہ اسنے صدقت بکلمات ربھا وکتبہ اسنے اللہ کے فیصلوں اور قوانین کی اپنے عمل سے تصدیق کرکے تمہاری احبار ورہبانیت والی مسندوں کو اکھاڑ پھینکا ہے، سو مریم پر بہتان لگانے والے مکار عبا وقبا پوشو! سن لو کہ مریم کانت من القانتین، مریم میرے قوانین کی اطاعت کرنے والے فرمانبرداروں میں سے تھی۔ اس مقام پر زبان وحی نے مریم کیلئے صیغہ جمع مؤنث یعنی وکانت من القانتات استعمال کرنے کے بجاء وکانت من القانتین جمع مذکر کا اسلئے استعمال فرمایا ہے اس ترکیب سے اللہ عزوجل فریسی یہودیوں مولویوں کو بتارہا ہے کہ عورت مریم بھی اپنی پارسائی میں مردوں کے برابر ہے کم نہیں ہے، مجھے مسلم امت کے علماء کی عقلوں پر افسوس ہوتا ہے کہ وہ لوگ یہودی علماء کے مریم پر بہتان کا جواب، جو مریم جب اپنے بیٹے رسول اور نبی سے دلا رہی ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کی جواب والی عبارت کہ میں نبی ہوں اور قانون کی کتاب (انجیل) مجھے دے گئی ہے، اسکی تطبیق پر کیوں غور نہیں کرتے؟ یہ جواب تو صاف صاف یہودی مولویوں کی تہمت طرازی کا رد ہے، جسمیں وہ مریم کی شادی کے قانونی جواز کو چیلنج کر رہے تھے، یہودیوں کے موقف میں اس وقت عیسیٰ کے بن باپ کے پیدا ہونے کا شائبہ تک نہیں تھا،، ان یہودی ملاؤں کو صرف یہ حسرت تھی کہ مریم نے ان پنڈتوں میں سے کسی کے ساتھ شادی کرنے کے بجاء درکھان کے ساتھ شادی کیوں کی،، ان کی اس بدباطنی کو تو اللہ پاک آیت کریمہ (44-3) میں ننگا کرچکا ہے کہ جب شروع میں مریم نے ہیکل میں تعلیم وتربیت کیلئے داخلہ لی تو یہودی مولویوں کی مریم کا حسن دیکھ کر باچھیں بکھر کر بالٹی بنگئیں تھیں انہیں میں کا ہر ایک سیکسی بھیڑیا کہہ رہا تھا کہ ایھم یکفل مریم یعنی کفالت کیلئے مریم کس کے حصے میں آئے؟

قرآن نے فرمایا کہ انکے اس جھگڑنے کی نوبت قرعہ اندازی پر جا پہنچی تھی (44-3) یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ اس رسہ کشی میں جناب ذکریا علیہ السلام شریک وشامل نہیں تھے وہ اللہ کے نبی تھے قرآن حکیم نے فرمایا کہ مریم کی ماں کی طرف سے بیٹی کی اللہ کے دین کیلئے اس قربانی کو ہمنے قبول کیا اور مریم کی پرورش اور تربیت ایسی کی جو وَأَنبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا (3-37) ہمنے مریم کی کفالت اپنے نبی زکریا کی نگرانی میں کرائی اور وہ نگرانی بھی ایسی جو جسطرح نرم ونازک پودا جب اپنی کونپلیں نکالتا ہے اور مالی اسے ناموافق ہوائوں اور موسموں کی خزائوں سے بچانے کے کئی حیلے کرتا ہے اس طرح زکریا بھی مریم کو ان پودوں کی طرح ہیکل کے باسیوں کی ہوس کاریوں سے بچانے والا تھا۔

وفات عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن سے ثبوت

محترم قارئین!

امت مسلمہ کے جتنے بھی دینی علم کے بڑے نام مشہور کئے گئے ہیں وہ سارے کے سارے مشکوک ہیں وفات عیسیٰ سے متعلق قرآن حکیم کی آیات نہایت واضح ہیں پھر بھی اہل سنت والوں کے چار اماموں میں سے سواء امام مالک کے اس مسئلہ میں تین امام چپ ہیں صرف امام مالک کا مجمع البحار میں حوالہ ملا ہے کہ وہ انی متوفیک کی معنی انی ممیتک کرتے ہیں،، فلماتوفیتنی کی معنی شاہ ولی اللہ نے وفات کے بجاء اوپر اٹھانے کی کی ہے، اسی طرح تفسیر کبیر نے بھی اوپر اٹھانے کی کی ہے اور روح المعانی والے نے بھی توفیتنی کی معنی اوپر اٹھانے کی کی ہے۔

جناب قارئین!

مجھے ان نام چڑھے اماموں کے حوالہ جات دینے سے کوئی دل چسپی نہیں ہے نا ہی انکی علمیت سے مرعوب ہوں میں صرف آپ قارئین کو انکی قرآن حکیم سے دشمنی کی ذہنیت پیش کرنا چاہتا ہوں جو کہ مزید مثالوں سے قدرے تفصیل کے ساتھ میں نے اپنی کتاب امامی علوم اور قرآن میں اس ماجرا کو پیش کیا ہے۔

سورت مائدہ کی آیت نمبر 109 سے قیامت کے دن کا وہ مکالمہ شروع ہوتا ہے جو اللہ پاک جملہ انبیاء سے فرماتے ہیں کہ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ (5-109) یعنی سب سے پوچھا جائیگا کہ آپکو میری رسالت پہنچانے کے بعد لوگوں کی طرف سے کیا جواب دیا گیا؟ اسکے بعد صرف اکیلے عیسیٰ علیہ السلام سے سوال جواب کا تفصیل ہے جو آیت نمبر 110 سے لیکر سورت کے اخیر تک آیت نمبر 120 تک چلا ہے، اسمیں سوال ہے ای عیسیٰ ابن مریم آپ اپنے اوپر میری نعمتوں کو یاد کریں اور آپکی والدہ پر میری نعمتوں کو یاد کریں، میں نے آپکو علم وحی سے وہ قوت دی جو آپ زمانہ والوں سے گویا ہوئے۔ اور وہ جوانی سے لیکر قبولیت والی عمر تک (یعنی بالوں میں سفیدی آنے تک اور عمر کے لوٹنے تک) میں نے آپکو تعلیم دی حکمتوں سے بھرے کتاب توریت اور انجیل کی، ان کتابوں کی تعلیم سے آپنے مٹی سے بنے ہوئے لوگون کو انکی غلامانہ، خاک نشینی والی پستی سے انہیں ایسے تو اٹھایا جو وہ میری وحی کردہ قوانین سے دنیا کی قوموں کے مقابلہ میں پرواز کرنے لگے،، آپکی انکے لئے ایسی جدوجہد سے انکا معاشرہ جو اپر لوئر کے کلاسوں میں تقسیم ہو چکا تھا اور جہالت کے اندھیروں میں وہ بصیرت سے محروم ہوگئے تھے جسکی وجہ سے انکا معاشرہ برص کی مرض کی طرح کسی کے گھر میں تو چراغ جلتے ہوں روشنیاں ہیں روشنیاں اور کئی لوگوں کے گھر میں اندھیرا (برص کے مرض میں بھی جسم کی چمڑی پر کہاں سفیدی کہیں کالک ہوتی ہے) اے عیسیٰ اذ تخرج الموتی باذنی جب تونے جاہلیت کی وجہ سے غلامانہ زندگی گذارنے والے مُردوں کے مثل لوگوں کو انکی غلامی سے آزاد کرایا، یہاں بطور استعارہ موت کی معنی غلامی ہے اور زندگی کی معنی آزادی ہے اسپر اسکے خلاف بنی اسرائیل کے پیٹ بھرے لٹیروں نے جب آپکی مخالفت کی تو میں نے آپکو بینات اور علمی دلائل دئے تھے، آپنے انکے سہارے انکا مقابلہ کیا، جس سے وہ ایسے لاجواب ہوئے جو آپکو وہ جادوگر کہکر ہی اپنی جان چھڑاتے تھے،، انکے مقابلہ میں میں نے آپکے حواریوں کو علم وحی کی دانست عطا کی کہ مجھ پر اور میرے رسول عیسیٰ پر ایمان لے آؤ تو وہ علانیہ ایمان لے آئے، جسکا وہ لوگوں کے سامنے آپکو شاہد بھی بناتے تھے۔ پھر ان حواریوں نے گذشتہ کلاسفکیشن والے برص زدہ کوڑھی معاشرہ سے بچنے کیلئے آپ سے کہا کہ کیا آپ کا رب ایسا کوئی آسمانی معاشی نظام دے سکتا ہے جو ساری دھرتی سب کیلئے ایک دستر خوان کی طرح ہو جائے (کوئی تیری میری کے ٹھپوں سے ذاتی ملکیت والی اپنی جاگیرین نہ بنا سکے) تو آپنے انکو جواب میں کہا کہ اتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین یعنی ایسا نظام تو ضرور ملیگا لیکن تم لوگ جب انقلابی مؤمن بھی بن چکے ہو خیال کریں کہ کہیں تمہارے اندر ذخیرہ اندوزی اور استحصالی سوچ نہ آجائے سو اللہ کا معاشی نظام ضرور ملیگا وہ بھی ایسا جو ساری دھرتی سب کیلئے دستر خوان بنجائے گی، ذاتی ملکیتوں کی اجارہ داری پر بندش بھی ہوگی، لیکن خیال کریں اتقوا اللہ- اللہ کے قوانین معیشت (3-39) (10-41) (16-71) کو توڑنے کی جسارت نہ کرنا،،۔۔۔۔

بہر حال آگے چلکر جناب عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ جب آپکے اوپر میرے اتنے احسانات تھے تو پھر کیا آپنے لوگوں کو یہ کہا کہ وہ لوگ میرے سوا، آپکو اور آپکی ماں کو بھی الٰہ مانیں؟ پھر جواب میں عیسیٰ علیہ السلام کہینگے کہ میری کیا مجال، مجھے کیا حق پہنچتا ہے جو میں آپکے ساتھ کسی کو شریک ٹھراؤں آپ تو شریکوں سے پاک ہیں، اگر بفرضِ محال میں نے کہا بھی ہوا ہو تا تو اے میرے اللہ آپ تو جانتے ہیں آگے جناب عیسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں کہ میں نے تو ان کے ساتھ دنیا کی زندگی گذاری مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (5-117) یعنی جب آپ نے مجھے وفات دی، موت دیا) اسکے بعد تو آپ انکے اوپر انکے نگہبان تھے، اور آپ ہر چیز کے شاہد ہیں۔

محترم قارئین!

وفات عیسیٰ کیلئے قرآن کی اس واضح آیت سے جسمیں وفات کا خود عیسیٰ علیہ کی اپنی زبان اطہر سے اقرار اور اظہار ہے کہ میں جب دنیا میں آپکے قانون کے مطابق وفات پا چکا تو پیچھے کی باتیں کہ لوگوں نے میرے نام سے یہ منسوب کیا کہ میں نے انہیں کہا ہے کہ معاذاللہ میں اور میری ماں بھی اللہ ہیں، اے اللہ پرائے گناہ تو میرے گلے میں نہ ڈال۔ ان کنت قلتہ فقد علمتہ اگر میں نے ایسے کہا ہوا ہو تا تو اسے تو آپ جانتے ہیں۔

وفات عیسیٰ کیلئے قرآن کی دوسری آیت

اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیسَی اِنِّي مُتَوَفِّیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَ مُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِینَ کَفَرُواْوَ جَاعِلُ الَّذِینَ اتَّبَعُوکَ فَوْقَ الَّذِینَ کَفَرُواْ اِلَی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ (3-55) اب اس آیت کریمہ ومجیدہ میں اللہ کی طرف سے فرمان ہے کہ اے عیسیٰ میں اللہ آپکو وفات دینے والا ہوں، اس آیت سے پہلی آیت ہے کہ وَمَکَرُواْوَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِینَ (3-54) یعنی دشمنوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف سازشیں کیں اور ہمنے بھی انکے مقابلہ میں جوابی تدابیر کیں، لیکن اللہ کی اسکیمیں زیادہ بہتر رہیں،، مطلب کہ مخالفین لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی پر لٹکا کر وہ اسے ذلت کی موت مارنا چاہتے تھے تو انکی اسکیموں کے پیش نظر اللہ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ آپ دشمنوں کی سازشوں کی پرواہ نہ کریں میں آپکو انکی ذلت والی سزا دینے سے بچاؤں گا، میں خود آپ کو وفات دونگا، انکے ہاتھوں ذلت والی موت سے رافعک الی، آپکا مرتبہ بلند کرکے آپکو اپنے مقربین کے ساتھ رکھونگا،(3-45) رافعک کیلئے رفع کی معنی بلند مرتبہ والی معنی کی تائید گذشتہ حوالہ والی آیت میں پڑھیں۔

جناب قارئین!

جاہل اور اندھے عیسائیوں کی اتباع کرتے ہوئے مسلم امت میں گھرسے ہوئے فارسی اور یہودی حدیث ساز اماموں نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے اور وہاں زندہ رہائش کرنے کی حدیثیں بنائی ہیں، میں شروع میں عرض کرکے آیا ہوں کہ امت مسلمہ کو دئے ہوئے خلاف قرآن علم حدیث کا بیشتر حصہ بگاڑے ہوئے توریت اور انجیل سے ماخوذ ہے جن روایات میں بالخصوص عیسیٰ علیہ السلام کے اوپر آسمان پر اٹھائے جانے اور قرب قیامت میں واپس زمین پر اترنے کی توجملہ روایات عیسائی عقیدوں کے اتباع میں لکھی گئی ہیں، اسلیئے امامی علوم کے علمبرداروں نے اوپر آیت میں متوفیک کے بعد رافعک الی کی معنی بجاء مرتبہ کے بلند کرنے کے، عیسیٰ علیہ السلام کو جسمانی طور پر آسمان پر اٹھانے کی معنیٰ کی ہے، اس معنیٰ کے غلط ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ اگر اس کی معنی رفع جسمانی آسمان کی طرف لے جانا مانا گیا تو اللہ کیلئے مکان اور جہت ثابت ہوجائے گی جس سے اللہ کی ذات پاک ہے۔ اور اس سے اللہ کے حاضر ناظر ہونے کی بھی نفی ہوجائے گی۔،، قرآن حکیم میں رفع کا لفظ مختلف صیغوں میں انیتس بار استعمال کیا گیا ہے ان میں رفع کی معنی درجات کی بلندی، مرتبت کی بلندی کا ذکر سات بار آیا ہے۔ اور وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ (94-4) آپکا ذکر اور چرچا ہمنے بلند کیا، ایسی اور بھی آیات کو ملا کر غور کیا جائیگا تو جملہ رافعک الی جو جناب عیسیٰ علیہ السلام کو کہا گیا ہے اسکی معنی مرتبہ اور درجہ کی بلندی ثابت ہوگی اور تقرب الی اللہ کی معنی نکلے گی، اور قرآن میں جو رفع کے صیغے انیتس بار استعمال کئے گئے ہیں، ان سب میں کسی بھی انسان کے نبیوں سمیت کسی کے اوپر آسمان پر لے جانے کا ذکر نہیں ہے، جبکہ علم روایات میں معراج کی حدیثوں میں عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اور بھی کئی نبیوں کو آسمانوں پر زندہ رہائش پذیر ہونے کا ذکر کیا گیا ہے جسکا ثبوت قرآن سے کوئی نہیں ہے، اور ان نبیوں میں سے حدیثیں بنانے والوں نے صرف عیسیٰ علیہ السلام کی زمین پر دوبارہ واپسی کا ذکر کیا گیا۔

علم روایات گھڑنے والوں کا عیسیٰ کو دوبارہ زمین پر لانے سے مقصد

علم روایات میں دنیاوی زندگی کے اخیر میں دجال کے ظاہر ہونے کی حدیثیں لکھی گئی ہیں، جو دجال اخیر زمانہ میں بقول انکے امام مہدی کے ظاہر ہونے کے دنوں میں آئیگا، اور اس دجال کو امام مہدی شکست نہیں دے سکینگے دجال کو مارنے کیلئے بھی جدا انتظام کیا گیا ہے وہ یہ کہ عیسیٰ آسمان سے اتریگا وہ آکر اسے ماریگا، اسکے سواء اسے کوئی نہیں مار سکتا،، ان دیومالائی باتوں پر اگر غور کیا جائے تو اللہ پاک نے جو قرآن حکیم کو ھُدًی لِّلنَّاسِ (185-2) کتاب قرار دیا ہے اور یہدی الی الرشد (2-72) یعنی ہدایت کی طرف رہنمائی کرنے والا قرآن ہے۔ علم روایات گھڑنے والوں نے مہدی کے آنے کا نظریہ دینے سے گویا اللہ کے اس اعلان یعنی قرآن کے ہادی اور مہدی ہونے سے انکار کیا ہے، اور ایسی روایات بنائی ہیں جن سے بجاء قرآن سے کسی اور مہدی کے آنے کا انتظار کرنے کا تصور دیا ہے،، اور جو قرآن حکیم سے ملے ہوئے علوم حقانی دئے گئے ہیں پھر ان علوم کی معانی اور مفاہیم میں علم روایات کی تعبیروں کے ذریعے ایسا تو دجل و فریب کیا گیا ہے جو کہیں علمی بیداری کا ایسا دور نہ آجائے جو کمپیوٹر کی مدد سے ایسے جملہ دجل قسم کے فریب نہ پکڑے جائیں، تو اس کیلئے ایسی روایات بنائی گئیں کہ ایسے دجل و دجال کو کوئی بھی شخص امام مہدی سمیت ختم نہیں کر سکیگا دجال کو ختم کرنے کیلئے، دنیا سے دجل کو ختم کرنے کیلئے دجاجلہ کو ختم کرنے کیلئے، صرف عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریگا،، نہ نو من تیل آئے گا نہ رادھا ناچے گی، اصل میں مہدی کا تصور بھی یوٹوپیائی ہے، عیسیٰ کے دوبارہ آنے کا تصور بھی یوٹوپیائی ہے، باقی ان روایات سازوں کو دنیا میں اپنی قرآن دشمنی والے دجل کو باقی رکھنا ہے اسلئے انکے دجل کو ختم کرنے کیلئے ہر کوئی تصوراتی دجال اور تصوراتی عیسیٰ کا انتظار کرے جو نہ ہے نہ ہی آئیگا،، اور اس سے ان کے رائج کردہ قرآن دشمنی والے دجل کی طرف کسی کی توجہ نہ جائے جس دجل و فریب کو صرف اور صرف قرآن حکیم ہی رد کر سکتا ہے۔

امت محمدیہ میں پھیلے ہوئے دجال دجاجلہ دجل کو ختم کرنے کیلئے ازروء قرآن عیسیٰ علیہ السلام نہیں آ سکتے۔

جناب قارئین!

جناب خاتمی المرتبت خاتم الانبیاءعلیہ السلام کی نبوت کا دائرہ اور رینج قرآن حکیم نے بتائی ہے کہ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔ (34-28) یعنی اے رسول ہمنے تجھے جمیع انسانوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، لیکن اکثر لوگ اس بات کو سمجھتے نہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا کہ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا(158-7) یعنی اے نبی اعلان کر دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کی جانب سے رسول بن کر آیا ہوں،، اب کوئی بتائے کہ ایسے عالمگیر رسول کی امت میں دجالیت جیسی بڑی مہم کو ختم کرنے کیلئے ایسا رسول کیونکر آسکتا ہے جسکا تعارف قرآن حکیم نے کرایا کہ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ (49-3) یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت توریت وانجیل کی تعلیم تک محدود ہے اور اسکی نبوت ورسالت بھی صرف بنی اسرائیل کیلئے ہے، سو یہ روایات بنانے والوں نے اگر آسمان سے کوئی نبی آخری زمانے میں اتارنے کی جھوٹی حدیثیں بنائی ہیں تو کم سے کم ایسا جھوٹ جناب ابراہیم علیہ السلام کیلئے بولتے کیونکہ اسکی نبوت بھی تو عالمگیر ہے جسے اللہ پاک نے فرمایا کہ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا،(124-2) یعنی اے ابراہیم میں آپکو جملہ انسانوں کا قائد بنارہاہوں سو جس نبی عیسیٰ علیہ السلام کیلئے اللہ پاک فرمائے کہ میں اسے صرف یہودیوں کو تعلیم دینے کیلئے بھیج رہاہوں تو وہ جمیع انسانوں کی امت کی طرف کیونکر آسکتے ہیں۔

جناب قارئین!

امامی علوم کی روایات کے مطابق جو اگر جناب عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی اور بقول ان راویوں کے وہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تو اس حساب سے رواں سال تک انکی عمر کم وبیش دو ہزار گیارہ سال بنتی ہے، اور علم حدیث کے حساب سے دجال کی عمر تقریباً اور اندازرواں سال تک 1480 سال ہو گی کیونکہ امام مسلم کی روایات کے مطابق نبی علیہ السلام کے زمانہ میں ابن صیاد نامی دجال کے ساتھ خود نبی علیہ السلام کی ملاقات ثابت ہے اس ملاقات کے وقت ہمارے نبی بھی اسکو قتل نہیں کرواتے اور یہ کام عیسیٰ کے حوالے رکھتے ہیں جبکہ باطل اور دجل کارد بلخصوص وقت کے رسول پر بروقت کرنالازم ہوتاہے۔ دجال اسوقت صاحب اولاد بھی ہو چکا تھا،، اور جو حدیث امام مسلم والی تمیم داری کی روایت کے حوالہ سے ہے کہ وہ لوگ کسی کشتی میں سفر کرتے ہوئے طوفان کی وجہ سے کسی خشک جزیرہ میں پہنچتے ہیں جہاں پہلے دجال کی جاسوس عورت جساسہ کو ملتے ہیں پھر اسکے بتانے پر دجال سے جاکر ملتے ہیں پھر اسکی ملاقات کا ذکر جزیرہ سے واپسی پر نبی علیہ السلام کے ساتھ کرتے ہیں پھر رسول علیہ السلام اپنی جماعت صحابہ کو نماز کے اختتام پر روک کر انہیں بتاتے ہیں کہ میں جو دجال کا قصہ وقت بوقت آپ کے سامنے بیان کرتا رہتا ہوں آج میرے پاس یہ عیسائی تمیم داری آیاہے اور اسنے اسلام قبول کیاہے اور اسنے ایک بحری سفر کا واقعہ بیان کیاہے جو اس سفر میں انکی کشتی کو طوفان نے گھما پھیرا کر کس جزیرہ میں پہنچایا وہاں انکی ملاقات زنجیروں میں جکڑے ہوئے دجال سے ہوئی تھی تو انکا دیکھا ہوا دجال بعینہ وہی ہے جس کا ذکر میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوا آیا ہوں۔ مطلب کہ ان حدیثوں کے حوالہ سے دجال کم سے کم نبی آخر الزمان کے دور میں پیدا ہوا ہے، مستقبل میں جو امام مہدی کے ظاہر ہونے کے قصے علم روایات میں بتائے جاتے ہیں دجال اس زمانہ میں ظاہر ہو گا،، اب اثنا عشری شیعوں کا امام مہدی کتاب اصول کافی کے حوالہ سے 255 ھجری یا 256 ھجری میں پیدا ہوا ہے اور کسی جبل کے غار میں مصروف عبادت ہے وقت مقررہ پر ظاہر ہو گا، اور دجال جو امام غائب سے اندازہ 280 سال عمر میں بڑا ہے وہ امام غائب کے ظہور کے دنوں میں ظاہر ہو گا جو جناب عیسیٰ علیہ السلام بقول ان روایات کے دجال اور امام غائب دونوں سے عمر میں بڑا ہے وہ آسمان سے نیچے آکر دجال کو مارے گا،

جناب عیسیٰ علیہ السلام زمین پر پینتالیس سال زندہ رہیگا شادی بھی کریگا اور اسکو اولاد ہو گی،، حدیثوں میں تو دجال کیلئے یہ بھی لکھا ہے جناب نوح علیہ السلام سے لیکر آخری پیغمبر علیہ السلام تک ہر نبی اپنی امت کو فتنہ دجال کے خطرہ سے بچنے کی تلقین کرتا ہوا آرہا ہے۔

دل چسپی رکھنے والے لوگ کتاب مسلم اور مشکوہ میں انکی فہرست کے اندر دجال اور نزول عیسیٰ کے ابواب دیکھ کر یہ روایات پڑھ سکتے ہیں۔

محترم قارئین!

قرآن حکیم کی اطلاع کے مطابق اِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوْادِيْنَهُمْ وَكَانُوْاشِيَعًا (6-159) یعنی جن لوگوں نے بھی اپنے دین کو فرقوں کے حوالوں سے اختیار کیا تو وہ شیعے ہیں سو جو میں نے عرض کیا کہ اثنا عشری شیعوں کے امام مہدی نے تو امام حسن عسکری کے گھر میں 255 ھجری میں ولادت پائی جو آج تک زندہ اور غائب ہے باقی جو اہل سنت مارکہ شیعوں اور اہل حدیث مارکہ شیعوں کا امام مہدی ہے اسکی ابھی تک ولادت نہیں ہوئی اسے آئندہ پیدا ہونا ہے، البتہ جناب عیسیٰ علیہ السلام اور دجال انکے عقیدہ کے مطابق صدیوں پہلے پیدا ہوئے ہیں اور ابھی تک زندہ ہیں ایک آسمان پر دوسرا زمین پر ابھی تک زندہ ہیں۔

دنیا سے جو مر جاتا ہے وہ واپس نہیں آتا

اللہ کے نزدیک الٹی گنگا نہیں بہے گی، زندگی ایک جوءرواں ہے کل کا گذرا ہوا دن پھر واپس نہیں آسکتا جس کیلئے اللہ نے فرمایا حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ (19-100-23) یعنی ان میں سے جب کسی کے پاس موت آتی ہے تو موت کو محسوس کرتے وقت کہتا ہے کہ اے میرے رب! کاش جو مجھے زندگی کی طرف واپس کریں، لوٹا دیں تاکہ جو میں نے صالح اعمال کے مواقع گنوائے ہیں میں انکا ازالہ کروں،(جواب دیا جائیگا کہ) خبردار! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، یہ بات تو کہنے والے کی ایسی ویسی بخ ہے، میرے قانون میں دنیا کے موت کے بعد قیامت میں حیاتی ملنے کے بیچ میں صرف ایک روک ہے پردہ ہے بند ہے، اب دنیا سے مر جانے کے بعد سب لوگوں کی مشترکہ زندگی آخرت والی زندگی ہوگی۔

(یہاں تک وفات عیسیٰ کی بات پر کتاب کو بھی ختم کرتے ہیں)۔

عزیز اللہ بوہیو
P.o-ولیج خیر محمد بوہیو
تحصیل و ضلع نوشہرو فیروز سندھ
03002663651